نومبر - دسمبر ۲۰۱۷ء / صفر - ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

محاسبہ، توبہ اور عزم

"اور فائدہ مند طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان جب سونے کا ارادہ کرے تو کچھ وقت کے لیے اپنے نفس کا محاسبہ کے لئے بیٹھے جس میں وہ محاسبہ کرے کہ دن بھر میں کتنا فائدہ کیا ہے اور کتنا نقصان اٹھایا ہے، پھر وہ اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان توبۃ نصوح کی تجدید کرے اور اس توبہ کی حالت میں سو جائے اور یہ عزم مصمم کرے کہ جب وہ بیدار ہو گا تو وہ دوبارہ وہ گناہ نہیں کرے گا، ایسا ہر رات کرے، تاکہ اگر اس رات اس کی موت ہو جائے تو توبہ پر اسکی موت ہو اور اگر بیدار ہو جائے تو وہ آئندہ عمل کا استقبال کرتے ہوئے اور اپنی موت میں تاخیر سے مسرور ہو کر بیدار ہو گا، یہاں تک کہ وہ اپنے رب کریم سے ملے اور اپنے مافات کی تلافی کرے"

(امام ابن قیم رحمہ اللہ، الروح، صفحہ ۷۹)

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپئے • سالانہ: 150 روپئے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل.بی.ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن

درس قرآن

محمد ایوب اثری

(قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ هُوَ مَوْلٰىنَاۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ)(توبہ:۵۱)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں سوائے اللہ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے مومنوں کو تو اللہ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

تشریح: اس آیت کریمہ کے ذریعہ اسلام نے اپنے متبعین کو یہ عقیدہ دیا کہ انسان کی زندگی میں چاہے خوشی ہو یا غم اللہ کے حکم کے بغیر نہیں پہونچتے اور مومنوں کو تو ہر حال میں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

قارئین کرام: جس وقت اسلام کا ظہور ہوا اس وقت وہ کون سی برائی تھی جو معاشرے کے اندر موجود نہ رہی ہو لیکن اسلام نے بتدریج اپنی آمد کے ساتھ ہی عقائد کی خرابیوں میں مبتلا انسان کو صاف ستھرا عقیدہ عطا کیا غیر اللہ کے خیر وشر اور نفع و نقصان کے مالک ہونے کی تردید فرمائی کفر وشرک اور توہمات کے دلدل میں پھنسی انسانیت کو پیاری تعلیمات سے نوازا اور عقیدۂ توحید کی عظمت کو دل ودماغ میں جاگزیں کیا اسلام کے آنے سے پہلے لوگ مختلف قسم کی بدعقیدگیوں اور طرح طرح کی خرافات میں مبتلا تھے بدشگونی، پرندوں کے ذریعہ فال نکالنا، پتھروں اور چیزوں سے فائدہ ونقصان کو منسوب کرنا ستاروں کو دیکھ کر اچھائی اور برائی کے فیصلے کرنا جانوروں کے ذریعہ بدگمان ہونا اس طرح کی بے شمار خرابیاں اس معاشرہ میں پائی جاتی تھیں اسلام نے ان تمام کا قلع قمع کیا اور اپنی پیاری اور نرالی تعلیمات دیں جن میں کسی قسم کی بھی بدگمانی اور وہم وبدشگونی کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن زمانہ جاہلیت کے یہ تمام مذکورہ اعمال آج بھی ہمارے معاشرہ میں کسی نہ کسی انداز میں پائے جارہے ہیں جس کی خاص وجہ صحیح علم سے دوری اور قرآن وسنت کی تعلیمات سے ناواقفیت کی بنا پر عوام ان بداعتقادیوں اور خرابیوں میں مبتلا ہیں عجیب عجیب قسم کی وہم پرستیاں پائی جارہی ہیں، بد فال لینا، بدشگونی کرنا، چاند، تاروں کی منزلوں سے یقین وابستہ رکھنا، مرض کے متعدی ہونے کا گمان رکھنا، مہینوں اور تاریخ کو منحوس ونامبارک سمجھنا، جانوروں اور پرندوں کی بولیوں اور آمدورفت سے فیصلوں اور ارادوں کو تبدیل کردینا یہ تمام اور اس کے علاوہ بہت سارے توہمات معاشرے میں موجود ہیں جن کی قرآن وسنت کی روشنی میں کوئی حقیقت نہیں۔

اسی طرح سے لوگ نجومیوں اور فال کھولنے والوں کے پاس

بھی جاتے ہیں اور ان کی کہی ہوئی باتوں کو سچ سمجھ لیتے ہیں اور اسی کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من اتی کاھنا اوعرّافا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد ﷺ'' (مسند احمد) جو شخص کاہن یا جادوگر نجومی کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ ایک اور جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من الی عرّافا فساله عن شيئ لم تقبل له صلوٰة اربعين يوما'' (مسلم) جو شخص کسی نجومی کے پاس گیا اور اس سے کچھ سوال کیا تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کی جاتی ہے۔ اسلام نے روز اول ہی سے توحید خالص کی تعلیم دی اور انسانوں کو بتایا کہ خیروشر، نفع ونقصان، کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی کے ہاتھ میں عزت وذلت کامیابی وناکامی ہے، وہی فیصلوں کو نازل کرتا ہے اور اسی کی اجازت وحکم سے دنیا میں واقعات اور حالات رونما ہوتے ہیں۔

وہی چاہے تو انسان کی مراد پوری ہوگی اور اسی کی مرضی ومنشا سے آسانیاں اور سہولتیں انسان کو نصیب ہوتی ہیں قرآن کریم میں اس عقیدہ کی جابجا تعلیم دی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ) (تغابن:۱۱) کوئی مصیبت اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتی جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

اسی طریقے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ'' (ترمذی، صحیح الجامع للالبانی) کہ اچھی طرح جان لو کہ اگر پوری امت مل کر بھی تم کو فائدہ پہونچانا چاہے تو اس سے بڑھ کر نہیں پہونچا سکتی جتنا کہ اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر پوری امت بھی تم کو نقصان پہونچانا چاہے تو اللہ نے جتنا لکھ دیا ہے اس سے زیادہ نہیں پہونچا سکتی۔ اسلام نے جیسا کہ عرض کیا گیا ہے پہلے دن سے ہر طرح کی توہم پرستی کو ختم کرنے پر زور دیا کہ جو کچھ بھی اس دنیا میں ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اس لئے ہر قسم کے باطل خیالات کا خاتمہ کرنا ضروری ہے اور عقیدۂ توحید کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت پر بھروسہ رکھنا چاہئے ورنہ بدعقیدگی اور توہم پرستی ہماری ایمانی جڑوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دے گی اور آخرت میں بہت بڑے خسران سے دوچار ہوں گے۔ اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہر قسم کی بدعقیدگی اور توہم پرستی سے بچائے اور عقیدہ توحید پر قائم رکھتے ہوئے اسی پر خاتمہ فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

❖ ❖ ❖

اداریہ

اے دور جدید کے معمارو!

محمد مقیم فیضی

یہ دل لگی نہیں دل کی لگی ہے

اس دنیا میں آب بقائے دوام کہیں نہیں ہے اس لئے سارے پرانے چارہ گر اٹھتے چلے گئے، اگلی پیڑھی کے جو تھوڑے سے ادھر ادھر رہ گئے ہیں ان کا بھی چل چلاؤ ہے، یہ روایت باوا آدم ہی سے چلی آتی ہے کہ جب اس زمین کے قدیم باشندوں کے بلاوے اپنے ڈھب پر آنے لگتے ہیں اور وہ اپنی منزل کی طرف کوچ کے لئے رخت سفر باندھ رہے ہوتے ہیں تو وہ اپنے گونا گوں تجربات اور زندگی سے حاصل کردہ سرمائے نسل نو کو منتقل کر جاتے ہیں، یہ لامتناہی سلسلہ یوں ہی چلا جا رہا ہے۔ ہر پیش رو نسل آنے والی پیڑھیوں کے لئے کچھ نہ کچھ اضافے کرتی چلی گئی ہے۔ یہ حقیقت معلوم ہے کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں، ایک مادی اور دوسرا معنوی۔ آج مادیت اپنی ترقی کے معراج کمال اور اوج ثریا پر ہے، مگر معنویت کا معاملہ مادیت سے الگ ہے، اگرچہ اس میں بھی روایتوں کا تسلسل قدیم ہے مگر اس میں ترقی کا معیار مادیت سے جداگانہ ہے، جہاں تک سوال مادی ترقی سے استفادے اور اس میں مفید اضافے کا ہے تو اسلام نے کسی بھی نفع بخش چیز سے بشرطیکہ وہ اس کے اصولوں اور ثوابت سے ٹکراتی نہ ہو منع نہیں کیا ہے بلکہ ضابطوں کے ساتھ اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اور اس ضمن میں اس اصول کو تسلیم کیا ہے کہ انسانی تجربات دنیائے انسانیت کی مشترکہ میراث ہوتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ سب عطیۂ الٰہی ہے اور اس کے پیچھے سید کائنات کی رہنمائی اور ہدایت ہی کارفرما ہے، ورنہ انسانی عقل کی رسائی میں وہ باتیں آ ہی نہیں سکتی تھیں جو ترقی کی بنیاد بنتی ہیں۔

موجودہ دور کے ترقی یافتہ وسائل جن کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے ہے اپنے اندر مثبت اور منفی دونوں پہلو رکھتے ہیں مگر ان کا مدار ان کے استعمال کرنے والوں پر ہے۔

چونکہ آج ہماری گفتگو کا محور ائمہ ودعاۃ ہیں اس لئے ہمارا سلسلہ تحریر اسی موضوع کے گرد طواف کرتا رہے گا۔

تعلیم وتربیت اور دعوت کی کامیابی میں ابلاغ وترسیل کے بہتر اسلوب اور عمدہ طریقۂ کار کا بڑا کردار ہے اس لئے ہمارے علماء نے اس سلسلے میں اپنے تجربات کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے، اور جدید دور کے اہل علم نے اس ذخیرے میں بیش بہا اضافے کے ساتھ اسے نکھارنے کی بھی پوری پوری کوشش کی ہے، جس کا فائدہ الحمدللہ ہو رہا ہے۔ اور تھوڑی سی محنت کا بڑا ثمرہ مل جاتا ہے۔

یہ دورات تدریبیہ (ریفریشر کورسیس) بھی انہیں کاوشوں کا ایک حصہ ہیں جن میں مادی ومعنوی دونوں پہلوؤں سے بحث کی

جاتی ہے، اور اپنی صلاحیتوں کی شناخت، انہیں نکھارنے اور جلا بخشنے، اور انہیں دوسروں کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع بخش اور مفید بنانے کے گر اور طور طریقے مختصر سے وقت میں بڑی خوبی کے ساتھ شرکاء کی طرف منتقل کردئے جاتے ہیں، ورکشاپوں کی ترتیب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ان میں نظریاتی معلومات کے ساتھ عملی نمونے بھی پیش کئے جاتے ہیں اور خود استفادہ کرنے والوں کو اپنی نئی معلومات کی عملی تطبیق کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

اس لئے ایسے پروگراموں کا انعقاد چھوٹے بڑے پیمانے پر مختلف جہات سے ہونا چاہیے۔ اور اسی کے پیش نظر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنی توجہ کی باگ ڈور ادھر موڑے ہی رہتی ہے۔اور یہ سب کام اللہ کی توفیق ہی سے ہوتے ہیں۔اب آیئے کچھ باتیں معنویت کے متعلق بھی ہوجائیں جنھیں ہم مختلف ذیلی سرخیوں تحت کر لیتے ہیں تاکہ ارتکاز میں آسانی ہو:

۱۔ ائمہ ودعاۃ اوران کی صلاحیتیں:

مساجد اسلام میں تعلیم وتربیت، اصلاح قلوب واحوال اور معاشرے کی ذہن سازی کا اہم ترین مرکز ہیں جن میں ائمہ وخطباء کا کردار سب سے بڑا ہے۔ کیونکہ وہ عوام کی عقیدت وتوجہ کا خاص محور بن جاتے ہیں جن سے انہیں اپنی درست رہنمائی اور روحانی تربیت کی خصوصی توقعات وابستہ ہوتی ہیں۔ پہلے منبر ومحراب کی زینت ایسے علماء وصلحاء ہوا کرتے تھے جو اپنی علمی صلاحیتوں اور لیاقتوں میں فائق ترین ہونے کے ساتھ ساتھ زہد واتقاء کا پیکر بھی ہوا کرتے تھے۔اپنی تنخواہوں سے زیادہ انہیں فکر اپنے منصب اور ذمہ داریوں کی ہوا کرتی تھی، اخلاص ودرمندی ان کے مزاج کا خاصہ تھی اس لئے ان کی تقریریں پراثر اور تحریریں دل ودماغ کے بند دروازے کھول دیا کرتی تھیں، اور لوگوں کی زندگی میں ان کی صحبت کیمیا اثر سے انقلاب عظیم برپا ہوجایا کرتا تھا۔مگر آج حال یہ ہے کہ وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا چلے کا منظر ہر سو نظر آرہا ہے، علمی معیار آئے دن روبہ زوال ہے، اکثر ائمہ نماز پڑھانے تک محدود ہیں خطبہ ودرس اور کلمہ خیر کی نشر واشاعت سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہے، اور ان میں سے جو خطیب ہیں انہیں یہ خبر نہیں ہوتی کہ آج ان کا معاشرہ ان سے کس چیز کا تقاضا کرتا ہے اور اسے کن باتوں کی حاجت وضرورت ہے، وہ شعبان میں محرم کی تقریریں کرتے ہیں اور ربیع الاول میں رمضان کی، اہل حدیث مساجد میں سنت کے مطابق نمازیں پڑھانے والے ائمہ خال خال ہی نظر آتے ہیں، ایسا لگتا ہے جیسے سب اپنی ملازمت بھگتا رہے ہوں۔ان کی امنگوں اور حوصلوں کا عالم تو یہ ہے کہ وہ دس سال پہلے جس صلاحیت پر برسر روزگار آئے تھے وہ آج بھی ماشاء اللہ جوں کی توں برقرار ہے اور سدا بہار ہے۔ انہیں اپنے منصب ومرتبے کا ذرا احساس نہیں، پہلے علماء ایک ذمہ دار مفتی بھی ہوا کرتے تھے، اب عمل فتوی تو کسی نہ کسی صورت میں برقرار ہے مگر ذمہ داری کا احساس یکسر مفقود ہو چلا ہے، دین میں بے دلیل رائے زنی فروغ پارہی ہے، جو خود تربیت کے محتاج اور اپنی تربیت سے غافل ہیں وہ عوام کی تربیت کا کام کسی طرح کرسکتے ہیں، اس لئے معاشرے کی بے

راہ روی بڑھتی جارہی ہے، مسجدوں سے اس کا تعلق بہت کمزور ہوگیا ہے، مسجدوں کا کردار صفر ہوتا جارہا ہے لہٰذا ان نوجوان ائمہ کو جو مسجدوں کی رونق بنے ہوئے ہیں ہماری نصیحت یہ ہے کہ وہ پہلے اپنے اندر سے تلاش کا کام شروع کریں، انہیں سب سے زیادہ خود اپنی شناخت کی ضرورت ہے، وہ اپنے اندر کے اس انسان کو آواز دیں جو مضمحل اور پژ مردہ بیٹھا ہے۔ اسے جگائیں، جھنجھوڑیں اور بیدار کریں۔ اسے قوم کی رہنمائی کے لئے آمادہ وتیار کریں۔ اس کی صلاحیتوں کو نکھاریں، اور اگر ایسا ہوگیا تو انہیں یہ دنیا ایک الگ دنیا نظر آئے گی۔ مگر اس کے لئے سوچ بدلنی ہوگی۔ کیونکہ مومن کا ہدف دنیا نہیں رب کی اعلیٰ جنت الفردوس ہے جو اس نے اپنے ان بندوں کے لئے بنائی ہے جو اپنی زندگی کے مقصد سے آگاہ ہو چکے ہوتے ہیں اور اس کے حصول میں رواں دواں رہتے ہیں۔

انہیں چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کے لئے ایک اچھا لائحۂ عمل مرتب کریں، اس کے لئے بہتر منصوبہ بندی کریں، کتب بینی اور مطالعے کی عادت ڈالیں، اپنے بزرگ علماء سے رابطے میں رہیں، ان سے رہنمائی طلب کرتے رہیں، اسے اپنے لئے کسر شان نہ سمجھیں۔ بولنے اور لکھنے کی مشق کریں لیکن اپنی تقریروں کے لئے حضرت مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری اور تحریروں کے لئے پہلے دن سے حضرت مولانا رئیس احمد ندوی اور حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی کی تحریروں کی طرح پذیرائی کے منتظر اور خواہاں نہ رہیں۔ یہ درجہ محض تمناؤں اور آرزؤں سے نہیں ملتا، اللہ کی توفیق کے بعد ایک لمبی جدوجہد اور طویل عرق ریزی ومشقت سے حاصل ہوتا ہے۔

وہ فضلاء مدارس جنھوں نے اپنی راہ مساجد ومدارس سے الگ بنائی ہے:

یہ وہ طبقہ ہے جسے مدارس ومساجد کے نظام سے شکوہ ہے، یہ دور طالب علمی ہی سے معاشی اندیشوں سے مضطرب رہا کرتا تھا، یہ معیشت کے ادنیٰ معیار سے راضی نہیں تھا، اسے خوب سے خوب تر کی تلاش تھی، ان میں سے کچھ نے کالجوں اور یونیورسٹیوں کا رخ کیا، کوئی طب یونانی پڑھ کے ایلو پیتھک ڈاکٹر بن گیا، کوئی پروفیسری سے سرفراز ہوا، کوئی مترجم بن کر سفارت خانوں اور دیگر سرکاری اور تجارتی اداروں میں سیٹ ہوگیا، کسی کو کہیں کلرکی مل گئی اور وہ خوشی سے پھول گیا، باقی جن کی تعلیم کا سلسلہ آگے نہیں بڑھ سکا ان میں جو زیرک تھے، ٹراویلس والوں کے ساتھ جڑ گئے، اور کبھی اللہ کے فضل سے قسمت نے یاوری کی تو کوئی تجارت ہاتھ آگئی اور چل نکلے۔ معاشی مسئلہ حل ہوگیا۔ اب ان کی نگاہوں میں اگر سب سے کمتر کوئی مخلوق ہے تو وہ مولوی ہے۔ ان میں سے کچھ نے اپنی داڑھی اس لئے منڈوالی ہے کیونکہ یہ مولویت کی نشانی ہے، مدرسہ والا لباس انہوں نے اس لئے ترک کردیا ہے کہ وہ دقیانوسیت کی علامت ہے، اب یہ میاں نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا اسماعیل گوجرانوالہ وغیرہ وغیرہ کی کتابوں سے الرجک ہیں، انہیں جناب وحید الدین خان صاحب اور فلاں فلاں کی کتابیں ہی دین فہمی کا سرچشمہ نظر آتی ہیں، انہیں منٹو، کرشن چندر، محمد خان، پطرس بخاری، فیض، اختر شیرانی، اور

ابن صفی اور نہ جانے کن کن سے دلچسپی ہے۔ یہ حد سے زیادہ سیکولر ہو چکے ہیں، انہیں عقیدے کے مسائل پر گفتگو سے تعصب اور نفرت کی بو آنے لگی ہے، اگر اتباع کتاب وسنت اور ترک تقلید کی باتیں کی جائیں تو انہیں غصہ آتا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے ان کی دوستیوں پر منفی اثر پڑتا ہے۔ یہ دوسروں پر چھوٹے بڑے کی تمیز کے بغیر تنقید اور استہزا کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں مگر خود پر ادنیٰ تنقید برداشت کرنے کی صلاحیت سے عاری ہیں۔ جب کبھی انہیں قوم وملت کا درد ستاتا ہے تو وہ مولوی کے خلاف اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگتے ہیں اگر مولوی کوئی نصیحت کرے، شرعی نقطۂ نظر سے کوئی مشورہ دے، نصح وخیر خواہی یا اصلاح کی کوئی بات کرے تو وہ اس سے کارخانوں، کمپنیوں، تجارتوں اور نوکریوں کی فراہمی کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں مگر خود چائے کی پیالی میں طوفان اٹھانے سے آگے کبھی نہیں بڑھتے إلا ماشاء اللہ، ان کی نگاہ میں مولوی سب سے کم عقل ہے مگر وہ اسی سے بڑے بڑے کارنامے انجام دینے کی مانگ کرتے ہیں جبکہ ان کی اپنی اعلیٰ دماغی کی معراج صرف زبانی جمع خرچ تک ہوتی ہے، یہ مولوی کو چندہ بٹورنے کے طعنے دیتے ہیں غبن کے بڑے بڑے الزام اس کے سر تھوپتے ہیں جبکہ یہ مولوی چاہے جتنا بڑا مفاد پرست ہو اس سے قوم وملت کا کچھ نہ کچھ بھلا ضرور ہوتا ہے۔ مگر جب یہ اپنے تجدیدی کارناموں کے لئے اٹھتے ہیں تو والی وال اور فٹ بال میچ کے ٹورنامنٹ سے قوم کی تاریخ بناتے ہیں اور مشاعروں کی محفلیں سجا کر ملت کا نام روشن کرتے ہیں، یہ سب کا محاسبہ کرتے ہیں مگر ان کا حساب لینا والا کون ہے؟ یہ حد سے زیادہ احساس برتری کا شکار ہیں اس لئے سوائے نجی ضرورتوں کے انہیں کسی کے پاس آنا جانا، ملنا جلنا، جلسوں اور میٹنگوں میں شرکت کرنا اپنی شان سے فروتر نظر آتا ہے۔

کچھ ان میں ایسے بھی ہیں جو اچھی صلاحیتوں اور خصلتوں کے مالک ہیں، ان کے دل ملی اور جماعتی ہمدردی سے بھی معمور ہیں مگر جہاد زندگانی سے وہ اس کے لئے کچھ زیادہ وقت نہیں نکال پاتے، دنیا ایسی ہی واقع ہوئی ہے جو فکر معاد کے لئے کم ہی وقت نکالنے دیتی ہے۔

یہ دونوں طرح کے لوگ اپنے اندر کی راکھ میں اعلیٰ قسم کی چنگاریاں چھپائے ہوئے ہیں، اگر انہیں مناسب ہوا فراہم ہو سکے تو اس آتش خفتہ سے بڑے بڑے تعمیری ہنگامے وجود میں آسکتے ہیں اور وہ صلاحیتیں جو کار بیکاری کی نذر ہو رہی ہیں ان سے وقت کے تقاضے اور امت کی ضرورتیں پوری ہونے لگیں گی۔ کیونکہ اس وقت فتنوں اور فتنہ پردازوں کی بہتات میں امت کو مصلحین اور رہنماؤں کی کثرت مطلوب ہے اور یہ کام ان عناصر سے پوری طرح لیا جا سکے گا۔ کاش یہ حضرات اپنی اصل افادیت کو محسوس کر سکیں۔ رب يسرو اهدهم إلى سواء السبيل۔

۲- تحدیات اور عملی میدان :

● ہمارے عوام :

عوام اپنے حکمرانوں، رہنماؤں اور علماء کے تابع ہوتے ہیں، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہمارے ملک میں مسلمان اقلیت

میں ہیں ان پر اکثریتی تہذیب وتمدن کا دباؤ ہے،تعصب کی مار الگ سے جھیل رہے ہیں، ایسی صورت میں اگر دین سے دوری اور جہالت انہیں معنوی تیاریوں اور بلندیوں سے بھی محروم کردے تھے تو پھر وہ کسی اجنبی یلغار کے منفی اثرات سے خودکو بچانے میں کب کامیاب ہوسکتے ہیں۔اسی لئے آج مسلم معاشرہ سب سے بکھرا ہوا اور غیر متوازن ہے، اس کی بنیادیں حد درجہ کھوکھلی ہوچکی ہیں۔ وہ زندگی کے شعبے میں کامیابی اور اطمینان سے دور ہوتا چلا جارہا ہے۔اس میں ذمہ دار عناصر کی کمی میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، اپنی ذات سے آگے سوچنے کی صلاحیتیں کم ہوتی جارہی ہیں۔قوت برداشت جواب دینے لگی ہے، اشتعال اندر ہی اندر سب کو کھائے جارہا ہے۔قہر درویش بر جان درویش کی کیفیت اکثر ہوتی ہے، اور کبھی کبھی اظہار خطرناک شکل میں باہر آتا ہے۔ عاجلانہ فیصلے کثرت سے ہورہے ہیں، منصوبہ بندی اور تنظیم عمل کا فقدان ہے۔عقیدے متزلزل ہیں، توہم پرستی عام ہوتی جارہی ہے، زندگی کی باگ ڈور علم اور دلائل کی بجائے عقیدتوں اور چاہتوں کے حوالے ہوگئی ہے۔فیصلے عقل وشعور سے کم، جذبات کے واسطے سے زیادہ ہورہے ہیں۔ اور جذبات سے کھیلنے والوں کی کثرت ہے۔بس قوم کا اللہ ہی حافظ ہے۔

- **مسلم معاشرے کی جماعتیں اور تحریکیں:**

یہ خبر صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے دے رکھی ہے کہ امت فرقوں میں بٹ جائے گی، اگلی امتوں کی پیروی قدم بہ قدم ہوگی، ان کے سب انحرافات اور ان کی سب بدعتیں اس امت میں متداول ومقبول ہوجائیں گی اور اسلام اپنوں ہی میں غریب ہوجائے گا۔آج وہ سب پیشینگوئیاں حرف بہ حرف صادق آرہی ہیں، غربت اسلام مستحکم ہوچلی ہے، فتنے ابلتے اور اڈتے چلے آرہے ہیں، بھانت بھانت کی تحریکیں اودھم مچائے ہوئے ہیں، امت کا نوجوان طبقہ ان کے لئے نرم چارہ ہے، وہ قوت دفاع اور حفاظتی تدبیروں سے محروم ہے، فکری یلغاروں کے سامنے بہت جلد ڈھیر ہوجاتا ہے، علم سے محرومی اور اپنی عقل کے متعلق ضرورت سے زیادہ بڑھی ہوئی خوش فہمی اسے کشاں کشاں مختلف جالوں کی طرف لے جاتی ہے اور وہ ان میں بری طرح پھنس جاتا ہے۔جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری کی چکاچوند اس کی قوت فکر وبصارت کو ماند کردیتی ہے۔وہ اپنے دشمنوں ہی کو اپنا مسیحا سمجھ لیتا ہے اور ان کی چارہ گری پر ایمان لے آتا ہے۔پھر نتیجہ اندیشوں کے مطابق ہی نکلتا ہے اور وہ اپنا سب کچھ ہار دیتا ہے۔ بڑے بوڑھے بھی کچھ کم آزمائشوں سے دوچار نہیں ہیں، سالہا سال کی محکومیت نے ان سے قوت فکر وعمل چھین لی ہے اب انہیں اپنی آنکھ سے آگے کی دنیا دکھائی نہیں دیتی ہے، جب سب کچھ ان کے قابوں سے باہر چلا گیا تو انھوں نے ہتھیار ڈال دیا ہے، اور تن بتقدیر ہوکر اپنی حالت پر قانع ہیں۔جبکہ شکاری بڑے شاطر اور چابکدست ہیں، وہ برابر اپنا کام کئے جارہے ہیں، اب جو عادل ہیں، امین ہیں، امت کے حارس وداعی ہیں ان کی ذمہ داریاں کس قدر نازک اور سنگین ہیں اور کیسی صلاحیتوں کی متقاضی ہیں؟ کیا علمبرداروں اور اس کے دعویداروں میں کچھ واقعی زندگی اور توانائیوں کے آثار نظر آتے ہیں؟

ہاں اے محبان گرامی!

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

- **دنیا کے بڑے تاجر جو ساری دنیا کو اپنا غلام اور محکوم دیکھنا چاہتے ہیں :**

امت خود فراموشی کا شکار ہے، اب وہ اپنا سب کچھ دوسروں کی آنکھ سے دیکھنے اور دوسروں کی عقل سے سوچنے کی عادی ہو چکی ہے۔ کیونکہ وہ اپنا عقیدہ، اپنی کتاب، اپنا مشن اور اپنا پیغام بھلا بیٹھی ہے، اس لئے وہ ان تاجروں کے بچھائے ہوئے سنہرے جال میں بڑی آسانی سے پھنس جاتی ہے، وہ اپنے خلاف خود ہی اپنے دشمنوں کا آلۂ کار ہے، اور انہیں کی خوشنودی اس کا مقصود و مطلوب بن چکی ہے۔ وہ ان کے لئے اپنوں کا گلا کاٹتی ہے اور اپنا ہی مال ان کے ہاتھوں گراں خرید کر خوش ہوتی ہے۔ ان کی خوشی کے لئے اپنے شہروں کا امن بیچ کر جنگ خرید لیتی ہے۔ اور ان کی ایما پر اپنوں کو مارنے کے لئے امپورٹیڈ اسلحوں کی کھیپ کی کھیپ اپنے شہروں میں لاتی ہے۔ اپنی عورتوں اور بچوں کی لاشوں پر ان کے لئے جشن کا سامان کرتی ہے۔ اور انہیں نت نئی تجارتوں کے مواقع فراہم کرتی رہتی ہے۔ یہ تاجر اسے سود وزیاں کا حساب لگانے ہی نہیں دیتے۔ ان کے پاس مولوی، صوفی، پروفیسر، صحافی، دانشور، سیاستداں ہر ایک کو پھانسنے کے لئے الگ الگ پھندے ہیں اور دیر سویر ہر ایک ان میں پھنس کر ہی رہتا ہے۔ ایسا نہیں کہ دشمن بہت قوی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم خود ہی اپنی قوت کے سرچشمے ''کتاب اللہ وسنتی'' سے دور ہو گئے ہیں۔۔ اور بہ ہزار فلسفہ ان سے گریز کی راہ نکال لیتے ہیں۔ اور اللہ کا نظام یہ ہے کہ: (إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ) اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

گروہ متعالمین المعروف بہ برادرس :

ورقیوں، صحفیوں، متعالمین، بقلم خود قسم کے مصلحین اور نا اہل دعاۃ و اعظین کا رونا محدثین اور اہل علم عہد قدیم ہی سے روتے چلے آئے ہیں، اس میدان میں گھس پیٹھیوں کا شکوہ انہیں سدا ہی سے رہا ہے۔ اس لئے اگر پرانے کھلاڑی نئے لبادے میں نظر آ رہے ہیں تو ہمیں چنداں تعجب نہیں ہے۔ صدر نشینی، پذیرائی موقع پرستی کی خوگر یہ برادری نا اہلی کے باوجود اپنی اداکاری کے جوہر اور ایک خاص ہنر سے مختلف میدانوں میں اپنی راہیں نکالتی چلی ہی آئی ہے۔ اس کے پاس پروپیگنڈے کی زبردست قوت ہوتی ہے، اور عوام کی کم عقلی اور سادہ لوحی سے یہ سدا فائدہ اٹھاتی آئی ہے۔ مگر اس کی چرب زبانی اور بے اصولی سے نت نئے فتنے جنم لیتے ہیں جو علماء کے لئے مستقل دردسر بنے رہتے ہیں اور ان کے مقابلے میں ان کی ڈھیروں توانائیاں ضائع ہوتی رہی ہیں۔ آج یہ گروہ متعالمین برادرس کی شکل میں منظر عام پر آیا ہے اور بڑے اخلاص کے ساتھ فساد فی سبیل اللہ کا ذریعہ بن رہا ہے اور اس کے ذریعہ دین واخلاق کے لئے مختلف قسم کی آفتیں جنم لے رہی ہیں۔ اس کا جہل مرکب طرح طرح کے گل کھلا رہا ہے اور ان سب کا نقصان دعوت کو پہنچ رہا ہے، نوجوانوں کی بری تربیت ہو رہی ہے۔ خودسری اور انا رکی فروغ پا رہی ہے، انضباط ختم ہوتا جا رہا ہے، علمی دروس میں حاضری اور علم دوستی کی بجائے، ذوق تماشا کی تسکین اور اداکاری اور تشہیری گروں پر

وارفتگی کا رجحان بڑھتا جاتا ہے۔ اور ہمارے بعض سادہ لوح مدارس کے کچھ فضلاء عوام کی بھیڑ اور فالورس کی کثرت دیکھ کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ بڑا کام ہو رہا ہے۔ مگر اہل علم کو ان حالات سے دلبرداشتہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ ان کا منصب اور ڈیوٹی ہی غلط افکار و اعمال کی اصلاح اور فتنوں سے نبرد آزمائی ہے۔ اور اسی سے ان کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔ مگر اس بات کو بھی ماننا پڑے گا کہ دعایہ وتشہیر اور اپنے آپ کو ایک خاص قرینے اور سلیقے سے پیش کرنے کا بھی اپنا اثر ہوتا ہے، دنیا کی اکثریت ظاہری چمک دمک کی دلدادہ ہے، ابھی مکہ میں جامعہ ام القری کے ایک قدیم وبزرگ استاذ سے جو شاید حرم میں بھی کسی منصب توجیہ وارشاد پر فائز ہیں ملاقات ہوئی تو انھوں نے ایک برادر کے متعلق تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ فلاں کے ساتھ ساتھ ایسا ایسا ہوا اور وہ اور ان کے صاحبزادے کچھ دیر تک ان کی ثناء خوانی کرتے رہے۔ والله في خلقه شئون

فکری نشریات اور نظریاتی حملوں کا نیا پلیٹ فارم شوشل میڈیا:

فیس بک، یوٹیوب، ٹیوٹر اور اب وہاٹس اپ۔ ان تیز رفتار ذرائع ابلاغ نے بڑی جلد دنیا پر اپنا شکنجہ کس کے اسے مٹھی میں لے لیا ہے۔ اور اب یہ پلیٹ فارم نظریاتی تخریب کاروں کا سب سے بڑا ہتھیار بن چکے ہیں، ہاں ان میں تعمیر کے مواقع بھی موجود ہیں، مگر جن شاطروں نے انہیں بنایا ہے وہ بڑے عیار ہیں اور ان کا شیطانی دماغ ہمہ وقت بیدار اور حد درجہ تیز رفتار ہے۔ جبکہ امت بڑی غیر تربیت یافتہ اور سادہ لوح ہے۔ یہ تمناؤں میں الجھتی ہے اور کھلونوں سے بہلتی ہے، اور یہ حقیقت عالم آشکارا ہے۔ اس لئے شراب سے پہلے سرور لانے والا دشمن اس سے خوب آنکھ مچولیاں کھیلتا رہتا ہے۔ یہ موضوع طوالت طلب ہے اس لئے ہم فی الحال اس میں آگے نہیں بڑھنا چاہتے البتہ ہم جماعت اہل حدیث کے ان فرزانوں کے ساتھ تھوڑا وقت ضرور گزارنا چاہیں گے جو اپنے دعوے کے مطابق اس پلیٹ فارم پر بغرض اصلاح سرگرم عمل تھے۔ ان میں دانشور، صحافی، ادیب، قلمکار، اونچے درجے کا پڑھا لکھا طبقہ ڈاکٹر، انجینئر، وکلاء وغیرہ وغیرہ اور علماء ومشائخ سبھی تھے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کچھ لوگوں نے اپنی طبعی شائستگی کا دامن آخر وقت تک تھامے رکھا تھا، کچھ مخلص و درمند نصیحت وخیر خواہی کے آداب اور ضابطوں سے پوری طرح ہم آہنگ تھے مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اکثریت کا عالم یہ تھا کہ لوگ :

- پر جوش تھے، بپھرے ہوئے تھے، مشتعل تھے، اپنے آپ میں نہیں تھے، قابو سے باہر تھے۔
- زبان وبیان، اسلوب، لب ولہجہ سب کے سب ہر طرح کے قید وبند سے آزاد تھے۔
- ایسا لگتا تھا ہر شخص پر اظہار رائے کا، گفتگو کا، تقریر وتحریر کا بھوت سوار ہو، قطع نظر اس کے کہ اس کے مضمرات کیا ہوں گے؟ اس کی ضرورت ہے یا نہیں ہے؟ جو گفتگو کی جارہی ہے اس کے لئے یہ پلیٹ مناسب ہے یا نہیں ہے؟ باتوں کا اثر مثبت ہوگا یا منفی؟ حصول مقاصد کے امکانات روشن ہیں یا معدوم؟ ان

سب باتوں پر غور کرنے کی نہ کسی کو فرصت تھی نہ اس کی ضرورت محسوس کی گئی۔

جمعیت کا انتخاب شوشل میڈیا پر لڑا جا رہا تھا۔

ان احباب اور بزرگوں نے یہ دیکھا کہ سیاسی انتخاب کے لئے شوشل میڈیا بڑا موثر پلیٹ فارم ثابت ہو رہا ہے، یا عوام نے فلاں فلاں حکومت کا تختہ الٹ دیا تو انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ بس ہم بھی یہیں سے انقلاب عظیم برپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

- حالانکہ تنظیموں کے ووٹر عوام نہیں خواص ہوا کرتے ہیں۔اور ان پر اس شوشل میڈیا کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا ہے۔
- جو باتیں کہی گئیں، جو تبصرے کئے گئے، اور جواب آں غزل کے طور پر جو تحریریں سامنے آئیں ان سے تو یہی لگا کہ شاید اس جماعت میں اب کوئی شریف آدمی باقی نہیں رہ گیا ہے سب کے سب کسی نہ کسی جھول کا شکار ہیں اور سب پر حدود وقصاص کی دفعات لگی ہوئی ہیں۔اچھے اچھوں کی پگڑیاں اچھل گئیں۔
- ایک دوسرے کے خلاف اپنے دلوں کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے دوسروں کے حرم کے پردے اٹھائے گے کرتوتوں کی سچی جھوٹی اعمال شماری میں پردہ نشینوں کے نام سر بازار اچھالے گئے۔اور یہ سارے کام مصلحانہ سرگرمیوں کے نام پر کئے گئے۔
- دستور کے شورائی، جمہوری، اسلامی، غیر اسلامی ہونے پر ان لوگوں نے بحثیں کیں جنھوں نے شاید اس کی شکل بھی نہیں دیکھی ہوگی۔
- دستور سازی پر رائے زنی کے لئے ایسی شخصیتیں سامنے آئیں جن کے متعلق وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ انہیں نہ تو اسلامی ضابطۂ تنظیم اعمال سے آگاہی ہے نہ دنیاوی ادارتی علوم اور مینجمنٹ کے اصولوں کی کوئی خبر ہے۔ جماعتی نظام کے اسلامی اصولوں کی بجائے عام طور پر بحثوں کا رخ خلافت امارت اور بیعت کی طرف چلا جاتا ہے۔جبکہ یہاں دور دور تک حکمرانی کے آثار نظر نہیں آتے۔
- جس کسی نے زبان کھولی اور تیزی وتندی کا مظاہرہ کیا اسے اینٹ کا جواب پتھر سے ملا اور سیر کو سوا سیر۔
- اسی ماحول میں جو ناصح سامنے آیا وہ نکو بن گیا، اور اسے بھی گروہ بندیوں کے پیمانے پر آنکا گیا۔
- شوشل میڈیا کی رسائی گھر گھر ہے۔ نئے جماعتی یا نرے عوام حیران وششدر ہیں کہ یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے، ہمارے مقتداؤں اور پیشواؤں کی دال تو جوتیوں میں بٹ رہی ہے۔

اکرام مسلم، ستر عورات، تنابز بالالقاب سے گریز، آنکھ، زبان اور دل کی مسئولیت، اعلیٰ اخلاقی ضابطوں پر مبنی قرآن وسنت کی تعلیمات وہدایات اور سیرت طیبہ کے نمونے کیا یہ سب محض عوامی تقریروں اور تحریروں کے لئے ہوا کرتے ہیں کیا یہ سب فقط ومنبر ومحراب کی باتیں ہیں؟

اور غیر جماعتی لوگ بغلیں بجا رہے ہیں کہ واہ بھائی واہ قرآن وسنت والو۔اللہ کرے جوش جنوں اور زیادہ۔

❖ ❖ ❖

ایمانیات

[۷]

قرآن وسنت کے نصوص میں نور وظلمات

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

چنانچہ فرمان باری تعالیٰ {يوم ترى المؤمنين والمؤمنات يسعى نورهم بين أيديهم وبأيمانهم} کی تفسیر میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ: جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کی (نور) ہدایت ان کے سامنے دوڑ رہی ہوگی اور ان کے نامہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھوں میں ہوں گے (جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۳/۱۷۹، امام ابن جریر نے یہ رائے اسی جگہ اختیار فرمائی ہے)۔

اور کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ میں ''باء'' فی کے معنیٰ میں ہے، یعنی ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوگا، یا عن کے معنیٰ میں ہے، یعنی دائیں جانب ہوگا (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۷/۲۳۵) اور اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنوں کو ان کے اعمال کے بقدر نور عطا فرمائے گا جس سے وہ پل صراط پر چلیں گے، اور دھوکہ دینے کی غرض سے منافقین کو بھی نور دیا جائے گا، جیسا کہ ارشاد ہے:

{يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ} (النساء:۱۴۲)۔

وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں' حالانکہ اللہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ انہیں نور اس لئے عطا کیا جائے گا کہ یہ سب کے سب اہل دعوت ہیں سوائے کافر کے، اور پھر نفاق کے سبب منافق سے نور سلب کر لیا جائے گا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے، اور کہا گیا ہے کہ منافقوں کو نور نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ مومنوں کے نور سے روشنی حاصل کریں گے، پھر دریں اثناء کے وہ چل رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر ہوا اور تاریکی بھیج دے گا جس سے منافقوں کا نور گل ہوجائے گا تو مومنوں کو بھی خوف ہوگا کہ کہیں منافقوں کی طرح ان کا نور بھی سلب نہ ہوجائے' چنانچہ وہ اللہ سے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کا نور مکمل فرمادے، اس بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ} (التحریم:۸)۔

جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور مومنوں کو جو ان کے ساتھ ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں دوڑ رہا ہوگا، یہ دعائیں کرتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور ہمیں بخش دے یقینا تو ہر چیز پر قادر ہے۔

چنانچہ جب منافق تاریکی میں رہ جائیں گے اور انہیں اپنے قدم بھی نظر نہ آئیں گے تو وہ مومنوں سے کہیں گے {انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ

فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا} (ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو) (دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۳/۱۷۸ تا۱۸۷، و ۴۹۳ تا ۴۹۶، وتفسیر البغوی، ۴/۲۹۵و ۳۶۷، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۷/۲۳۳ تا۲۳۹، و ۱۸/۱۹۱، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/۳۰۸ تا ۳۱۰، ۳۹۲، واجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجہمیہ لابن القیم، ۳/۸۶، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۷۷ تا۸۰۹)۔

اس نور کے سلسلہ میں بہت سی احادیث اور آثار وارد ہوئے ہیں، ان میں چند حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ان سے ''ورود'' کے بارے میں دریافت کیا گیا، اس (حدیث) میں دیدار الٰہی کا بھی ذکر ہے، انھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان (جنتیوں) کے سامنے ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا، فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ انہیں لے کر چلے گا وہ اللہ کے پیچھے چلیں گے، اور ان میں سے ہر شخص کو-خواہ وہ مومن ہو یا منافق-نور عطا کیا جائے گا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور جہنم کے پل پر آنکڑے اور خار ہوں گے جو اللہ کی مشیت کے مطابق جسے چاہیں گے پکڑ لیں، پھر منافقوں کا نور گل کردیا جائے گا، اور مومن نجات پائیں گے اور (سب سے پہلے) جنتیوں کا جو گروہ نجات پائے گا ان کے مکھڑے چودھویں شب کے چاند کے مانند روشن ہوں گے، پھر جو ان کے بعد ہوں گے وہ آسمان کے تاروں کے مثل روشن ہوں گے۔۔۔'' (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اھل الجنۃ منزلا، ۱/۱۷۸، حدیث (۱۹۱))۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمان باری {یسعی نورھم بین أیدیھم} (ان کی روشنی ان کے آگے دوڑ رہی ہوگی) کے بارے میں مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''انہیں ان کے اعمال کے بقدر نور عطا کیا جائے گا، چنانچہ ان میں سے کسی کو پہاڑ کے مثل نور دیا جائے گا، کسی کو کھجور کے درخت کے مثل اور کسی کو کھڑے آدمی کے برابر نور عطا کیا جائے گا، ان میں سب سے کمتر نور والا وہ شخص ہوگا جس کا نور اس کے انگوٹھے پر ہوگا جو کبھی روشن ہوگا اور کبھی گل ہوجائے گا'' (اسے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے جامع البیان عن تاویل آی القرآن میں روایت کیا ہے، ۲۳/۱۷۹، اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے امام بخاری کی شرط پر حاکم کی موافقت فرمائی ہے، ۲/۴۷۸)۔

۳۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تاریکیوں میں کثرت سے (نماز یا دیگر عبادات کے لئے) مسجدوں کی آمد ورفت قیامت کے دن مکمل نور عطا کئے جانے کا سبب ہوگا، چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

''**بشر المشائين في الظلم إلى المساجد بالنور التام يوم القيامة**'' (سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی المشی الی الصلاۃ، ۱/۱۵۴، حدیث (۵۶۱) وجامع ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی فضل العشاء والفجر فی الجماعۃ، ۱/۴۳۵، حدیث (۲۳۳)، امام ترمذی نے فرمایا ہے: ''یہ صحیح، مسند صحابہ کرام تک موقوف روایت ہے'' وسنن ابن ماجہ بروایت سہل بن سعد و انس رضی اللہ عنہما، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی الی الصلاۃ، ۱/۲۵۶،

حدیث(۴۸۰ و ۴۸۱)، ومستدرک حاکم ، ۱/ ۵۳، امام منذری رحمہ اللہ نے سنن ابوداود اور ترمذی کی روایت کے بارے میں فرمایا ہے :''اس کی سند کے راویان ثقہ ہیں'' دیکھئے: الترغیب والترھیب ، ۱/ ۲۸۹، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے مشکاۃ المصابیح للتبریزی کی تحقیق میں فرمایا ہے :''یہ حدیث اپنے بکثرت شواہد کی بنیاد پر صحیح ہے؛ جو دس سے زیادہ صحابہ کرام کی جماعت سے مروی ہیں؛ صحیح سنن ابوداود حدیث (۵۷۰) کے تحت میں نے ان کی تخریج کی ہے''۔)۔

تاریکیوں میں کثرت سے مساجد جانے والوں کو قیامت کے روز مکمل نور (عطا کئے جانے) کی بشارت دیدیجئے۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إن الله ليضيء للذين يتخللون إلى المساجد في الظلم بنور ساطع يوم القيامة" (المعجم الاوسط للطبرانی، ۲/ ۴۳، حدیث (۶۸۰)، [مجمع البحرین فی زوائد المعجمین] حافظ منذری نے الترغیب والترھیب (۱/ ۲۹۰) میں فرمایا ہے:''اس روایت کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں بسند حسن روایت کیا ہے''، اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ:''اس کی سند حسن ہے'' ۲/ ۳۰)۔

بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تاریکیوں میں مسجدیں آتے جاتے ہیں قیامت کے روز تابناک روشنی عطا فرمائے گا۔

امام طیبی، مناوی اور مبارکپوری رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ روشنی تاریکیوں میں مسجدیں جانے والوں کو قیامت کے دن ان کے تمام جوانب سے گھیرے ہوئے ہوگی، چونکہ انھوں نے رات کی تاریکی میں مسجد جانے کی مشقت اٹھائی تھی اس لئے انہیں (بدلہ کے طور پر) یہ نور عطا کیا جائے گا جس سے انہیں روشنی ملے گی اور وہ انہیں پل صراط پر گھیرے ہوئے ہوگی، ''روشنی'' کو ''تام''، یعنی مکمل کے وصف سے متصف کرنے اور قیامت کے دن کی تخصیص کرنے سے مومنوں کے چہروں کی طرف، ان کے قول: {ربنا أتمم لنا نورنا} (اے اللہ! ہمیں مکمل نور عطا فرما) کی طرف نیز منافقین کے قصہ اور ان کے مومنوں سے {انظرونا نقتبس من نوركم} (ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں) کہنے کی طرف اشارہ ہے، اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ جو اس موقع کو غنیمت سمجھے گا یعنی دنیا میں تاریکیوں میں مساجد جانا، وہ نبیوں اور اہل ایمان صدیقین؛ شہداء اور نیکوکاروں کے ساتھ ہوگا اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں (دیکھئے: شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح، ۳/ ۹۴۱، ۹۴۲، وفیض الکبیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، ۳/ ۲۰۱، وتحفۃ الاحوذی للمبارکفوری، ۲/ ۱۴)، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پل صراط پر گزرنے کی سرعت نور کے اعتبار سے ہوگی، چنانچہ جس کا نور بڑا ہوگا پل صراط پر اس کا گزرنا بھی تیز تر ہوگا، پل صراط تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا، کچھ لوگ اس پر سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے، کچھ بجلی کی طرح گزریں گے، کچھ ہوا کے مانند اور کچھ اس پر سے پرندے کی طرح، کچھ تیز رفتار گھوڑے کے مثل اور اونٹ سوار کی طرح گزریں گے (یہ چھ مراتب صحیح مسلم میں وارد ہیں، کتاب الایمان، معرفۃ طریق الرؤیہ، ۱/ ۱۶۹، حدیث (۱۸۳) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ

باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا''، صحیح مسلم، ۱/۱۷۱، حدیث کی روایت (۱۸۳) ہے، وصحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ:{وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة}[سورة القیامہ: ۲۲،۲۳] ، ۸/۲۲۸، حدیث(۷۴۳۹))، اور کچھ رینگیں گے(صحیح مسلم کی ایک روایت سے ماخوذ ہے، ۱/۱۸۷، حدیث(۱۹۵))، یہاں تک کہ اخیر میں وہ شخص آئے گا جو گھسٹ کر گزرے گا(صحیح بخاری کی ایک روایت سے ماخوذ ہے، حدیث(۷۴۳۹)، نیز دیکھئے: معارج القبول للشیخ حافظ الحکمی، ۲/۸۵۰ تا ۸۵۷)۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ روشنیاں پل صراط پر اعمال کے اعتبار سے تقسیم کی جائیں گی، چنانچہ بندہ کو وہاں اس کے نور ایمان ویقین اور اخلاص کی قوت اور دنیوی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی کے اعتبار سے نور عطا کیا جائیگا، چنانچہ فرماتے ہیں:''چنانچہ کسی کا نور آفتاب کی طرح ہوگا (دیکھئے: مسند احمد، ۲/۷۷، ۲/۲۲۲، وشرح مسند احمد للشیخ احمد شاکر، حدیث(۶۶۵۰، ۷۰۷۲))اور کسی کا اس سے کم چاند کی طرح اور کسی کا اس سے کم آسمان میں روشن ستارے کی طرح اور کسی کا اس سے کم اپنی قوت وضعف کے اعتبار سے چراغ کی طرح اور اس سے قریب قریب اور کسی کو دنیا میں اس کے نور ایمان کے مطابق پیر کے انگوٹھے پر روشنی عطا کی جائے گی جو کبھی روشن ہوگی اور کبھی گل ہوجائے گی، بعینہ یہی وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے آخرت میں ظاہر کرے گا جو کھلی نگاہوں سے نظر آئے گا ،اس سے کوئی دوسرا شخص روشنی نہ حاصل کر سکے گا(بلکہ) ہر شخص اپنی خاص روشنی میں چلے گا، اگر اس کے پاس روشنی ہوگی تو اپنی روشنی میں چلے گا اور اگر اس کے پاس سرے سے روشنی نہ ہوگی تو دوسرے کی روشنی اسے کوئی فائدہ نہ دے گی، اور منافق کو چونکہ دنیا میں ظاہری روشنی حاصل ہوتی ہے جو ناپائیدار اور باطن سے غیر متصل ہوتی ہے اور اس کے پاس ایمان کا مادہ بھی نہیں ہوتا ہے اس لئے اسے آخرت میں بھی بامادہ ظاہری نور عطا ہوگا اور پھر اس کی شدید ضرورت کے وقت گل کر دیا جائے گا''(اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ لابن القیم، ۲/۸۶)۔

نیز آپ نے بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کا پل صراط پر چلنا دنیا میں ان کے خیر میں سبقت کرنے کے اعتبار سے ہوگا، چنانچہ فرماتے ہیں:''ان کے پل صراط پر چلنے کی سست رفتاری اور تیز رفتاری دنیا میں اللہ کی صراط مستقیم پر سستی وتیزی کے اعتبار سے ہوگی، جو یہاں تیز رفتار ہوگا وہ وہاں بھی تیز رفتار ہوگا اور جو یہاں سست رفتار ہوگا وہ وہاں بھی سست رفتار ہوگا اور جو یہاں صراط مستقیم پر سب سے زیادہ ثابت قدم ہوگا وہ وہاں بھی ثابت قدم ہوگا، اور جسے یہاں شہوات وشبہات اور گمراہ کن بدعات کے آنکڑوں نے اچک لیا ہوگا اسے وہاں بھی خار سعدان (ایک کانٹے دار پودا) نما آنکڑے اچک لیں گے، اور وہاں (آخرت میں) آنکڑوں کی تاثیر یہاں (دنیا میں) شہوات وشبہات اور بدعات کے آنکڑوں کے اعتبار سے ہوگی، چنانچہ دنیا میں آنکڑوں کی تاثیر کے اعتبار سے کوئی مسلمان نجات یافتہ ہوگا، کوئی خراش زدہ اور کوئی نار جہنم میں آنکڑوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہوگا، {جزاء وفاقاً} (برابر سرابر بدلہ ہوگا)، {وما ربك بظلام للعبيد} (تمہارا رب بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں) (مرجع سابق، ۲/۸۶، ۸۷)۔

❖ ❖ ❖

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

یہ تو ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ خانہ حنفیت بھانت بھانت کے ناموروں سے آباد رہا ہے اور اس سلک لعل و گہر میں ایک سے ایک انمول نگینے دمکتے رہے ہیں مگر دور آخر میں علامہ زاہد کوثری کی بات ہی کچھ اور ہے، یہ وہ نادر و نایاب ہستی ہے جس کی نظیر صدیوں میں شاید و باید ملتی ہے۔ یہ حضرت موجودہ دور میں دیوبندی بریلوی تمام احناف کے مقتدا و پیشوا ہیں، بالخصوص دیوبندیوں نے تو انھیں ایک مقدس ہستی تسلیم کر کے ان کی ہمہ جہت صلاحیتوں سے زبردست فیض حاصل کیا ہے اور امانت دیانت اور تحریر وتقریر روش میں انہیں کی روش اور طرز اپنائی ہے۔

دیوبندی اکابرین کے یہ حضرت اقدس علوم عقلیہ ونقلیہ میں یدطولی رکھتے تھے، عربی زبان میں بھی انہیں کامل مہارت اور زبردست ملکہ تھا، دنیا بھر کے کتب خانوں میں موجود مخطوطات کی انہیں وسیع معلومات تھی، جس چیز کا اعتقاد رکھتے تھے اس کے اظہار میں حیرت انگیز جرأت کے مالک تھے، ان کمالات کے ساتھ خیانت، جھوٹ، تحریف اور تلبیس وتدلیس جیسی کسی بھی مذموم خصلت سے جناب کو پرہیز نہیں تھا، اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ان سب مہارتوں کا استعمال برملا کیا کرتے تھے، چونکہ سلفی عقیدہ، سلفی کتابوں، ان کا حاملین اور قدیم وجدید ائمہ سنت سے انہیں اللہ واسطے کے بیر تھا، اس لئے انہیں لعن طعن کرنے، اپنی یاوہ گوئیوں کا نشانا بنانے، تعطیل کی علمبرداری، جہمیت کی نصرت وحمایت، قبوری خرافات کی ترویج واشاعت اور باطل سے باطل طریقے پر حنفی مذہب کے تعصب کی آبیاری کے لئے علامہ صاحب نے اپنے ان سارے کمالات اور جامعیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا، اور کھل کر اپنی صلاحیتوں کا جوہر دکھایا۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ امر واقعہ یہ ہے کہ تمام حلقۂ اہل بدعت میں کوئی بھی مبتدع اس قدر مثالب کا جامع نہیں ہوا ہے جس قدر یہ علامہ کوثری صاحب ہوئے ہیں، امانت ودیانت کی بلندیوں سے فسق وخیانت کی پستیوں کی طرف آنے میں بنظیر واقع ہوئے تھے۔

حضرت والا کے متعلق اجمال کی تفصیل چند فقروں میں حسب ذیل ہے:

۱۔ مختلف علوم میں جناب کی مہارت اور وسعت معلومات محتاج بیان نہیں، اس کا اعتراف ہر موافق ومخالف کو ہے، مگر صاحب کا علم خود انہیں کے لئے وبال جان تھا کیونکہ اس کا استعمال باطل کی وکالت میں ہوا کرتا تھا۔

۲۔ باطل کی تائید وحمایت میں حضرت کی جرأت وصراحت کا جو عالم تھا وہ خود انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

علامہ کوثری صاحب -اس ضمن- میں اپنے متعلق خود ہی فرماتے ہیں کہ:

''جہاں تک کوثری کی بات ہے تو یہ بندہ روشن جبین ہے، تھر تھراتا ہوا ڈرپوک اور بزدل واقع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی

ذات وصفات اور احکام شریعت کے متعلق جو حدود نازل فرمائی ہیں انہیں پھلانگنے کی جرأت نہیں کرتا ہے، مگر وہ انتھک وار پروار کرنے والا حنیفی حنفی سورما بھی ہے، تمام چھوٹے بڑے بتوں کو ڈھادیتا ہے، جب تک اس کی جان میں جان ہے وہ ان کی عبادت کرنے والوں کا سر کتاب وسنت اور معقول دلائل کے ہتھوڑوں سے کچلتا پیٹتا رہے گا، اور اس کی تحریریں بالخصوص نونیہ ابن قیم کی تردید میں تجسیم اور وثنیت کی بیماری میں مبتلا مریضوں کے لئے دوائے شافی ہیں''۔ (مقالات الکوثری: ۳۳۶ مقالہ بعنوان: ''الصراع بين الإسلام والوثنية'' اور وثنیت سے جناب کی مراد سلفیت ہے)

ہم عرض گزار ہیں کہ اے مسلم برادر! ذرا ان کوثری صاحب کی جرأت تو دیکھو کہ جناب والا کیسے علانیہ طور پر ائمہ سلف کو اپنا یاوہ گوئیوں اور سب وشتم سے نوازتے ہوئے انہیں بت قرار دیتے ہیں، اور اہل سنت کو اصنام پرست ٹھہراتے ہیں، اور سلفی عقیدے پر تجسیم اور وثنیت کا الزام دھرتے ہیں؟

کوثریت کے ایک پیروکار - یعنی مولانا محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب (۱۳۹۷ھ) [1] کا اس پر یہ طرفہ بھی ملاحظہ فرماتے چلئے کہ ایں جناب آں جناب یعنی اپنے ممدوح کوثری صاحب کی ثناخوانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''جناب والا ہر اس شخص کے حق میں جو اپنی راہ صواب گم کر بیٹھا ہو بڑے روادار، نرم خو اور سہل انگار واقع ہوئے تھے، البتہ حق میں تلبیس اور دین میں تدلیس کرنے والوں کے معاملے میں حضرت کو معذوری لاحق تھی، وہ ان کے ساتھ نرم رویہ اپنانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے''(مقدمة البنوری لمقالات الکوثری:......)

[1] (بنوری صاحب حنفی، ماتریدی، دیوبندی اور متعصب قسم کے کوثری تھے، ان کا ترجمہ معجم المستدرک علی معجم المولفین رضا کحالہ ۷۶۳ اور تشنیف الاسماع ۵۸۶-۵۹۱ میں موجود ہے۔ جناب نے مقالات کوثری کے لئے ایک ایسا زہریلا مقدمہ لکھا ہے جو واضح طور پر ان کی حقیقت کی نقاب کشائی کرتا ہے)

بنوری صاحب مزید فرماتے ہیں: ''حضرت نقل میں محتاط اور تثبت وتحقیق کے بعد ہی قدم بڑھانے والے ہیں، کلام کے ہر مدلول کے تئیں بیدار رہتے ہیں، تطابق والتزام دونوں پر نظر رہتی ہے، دلالتوں کی تمام قسموں کے ساتھ ان کی یہی جزرسی ہے، نونیہ ابن قیم کی تردید میں ان کی انتہائی قسم کی تحریر اور ان کی کتابوں میں شدید ترین لہجہ ملاحظہ فرمالیں، کیا آپ کو اس میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ نظر آتی ہے، کوئی حرف نامعتبر دکھائی دیتا ہے، وہ شمشیر براں، اپنی تلوار اور مشہور صمصام ہندی تھے، اس موضوع پر بیس سالہ شدید عداوت کے باوجود کوئی شخص روایت یا درایت میں اس کی دھار موڑ نہیں سکا''۔

مدح سرائی کے تسلسل میں فرماتے ہیں: ''موصوف ٹھوس چٹان کی طرح عقیدے میں راسخ اور متصلب تھے، ماتریدیت کے انتہائی درجہ کے حامی وناصر تھے، ہمہ وقت چوکنا اور بیدار رہنے والے چوکیدار تھے، ہر خطرناک حملے سے حریم حنفیت کی پاسبانی کے لئے چوکس رہا کرتے تھے، آپ ان کی تلوار کی دھار کبھی بھی کاٹ سے خالی، اور ان کے رہوار کو گھٹنے کے بل گرا ہوا نہیں پائیں گے''(حوالہ مذکور: ز)

اے طالب حق وانصاف مسلم برادر! ذرا دیکھو تو سہی کہ اندھے مقلد دیوبندی، کوثری بنوری صاحب کوثری کی ثناءخوانی میں کیسی اندھا دھند چاند ماری فرماتے ہیں! کہتے ہیں: ''جناب نقل میں محتاط ہیں اور تثبت وتحقیق کے بعد ہی قدم بڑھانے والے ہیں''۔

حالانکہ جناب کے معاصرین اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ

ہیں کہ بڑے صاحب خیانت وتدلیس اور تلبیس وتحریف میں اپنی طرز کے واحد اور اپنی مثال خود آپ ہی ہیں، یہاں تک کہ اس کی شہادت ان کے تلامذہ اور دوستوں نے بھی دی جیسا کہ عنقریب اس کی کچھ تفصیلات آپ کے سامنے آئیں گی۔

پھر یہ حضرت بنوری صاحب کیسے فرماتے ہیں کہ: البتہ حق میں تلبیس اور دین میں تدلیس کرنے پر آمادہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے کی ان کے اندر استطاعت نہیں تھی''؟ جبکہ حضرت اقدس کا حال یہ ہے کہ ائمہ اسلام پر لعن طعن کرنے، انہیں سب وشتم کا نشانا بنانے اور ان پر تجسیم وتشبیہ بلکہ وثنیت، کفر، شرک، نفاق، زندیقیت اور الحاد کا الزام دھرنے میں گو ہر یکتا اور وحید دہر واقع ہوئے ہیں۔ کیا عبداللہ بن احمد، دارمی، ابن خزیمہ، دارقطنی اور ابن تیمیہ وغیرہ ائمہ اسلام دین میں تدلیس اور حق میں تلبیس کے خواہاں ہیں؟

اور جہاں تک بات نونیہ ابن قیم کی تردید میں کوثری صاحب کے حاشیوں اور تبصروں کی ہے تو ان کی یہ تحریریں ائمہ اسلام پر شتائم، ضلال واضلال، تلبیس وخیانت اور تحریف کے بدترین اور عمیق ترین مشمولات ہیں۔ پھر کسی مسلمان کے لئے یہ فرمانا کیسے جائز ہے کہ: ان کی انتہائی قسم کی تحریر میں..... کوئی حرف نامعتبر دکھائی دیتا ہے؟''؟!۔

اگر ائمہ کو بدترین گالیوں اور بھیانک شتائم سے نوازنا اور ان پر کفر وشرک اور وثنیت کا الزام دھرنا حرف نا معتبر اور قابل اعتراض شیٔ نہیں ہے تو پھر ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہوتی ہے؟!

پھر کوثریت شعار وکوثری نواز علامہ بنوری صاحب کا یہ فرمانا کہ: ''کوئی بیس سالوں میں بھی روایت ودرایت میں ان کی شمسیر کی دھار موڑ نہیں سکا ہے'' عجب العجاب نہیں ہے؟!

کیا یہ حضرت بنوری صاحب ذہبی عصر علامہ معلمی (۱۳۸۶ھ) کی ''التنکیل...'' سے تجاہل عارفانہ برتتے ہیں جس میں انھوں نے علامہ کوثری ہی کو نہیں ساری کوثریت کو دے دے مارا ہے اور اٹھا اٹھا پٹخا ہے؟

ہاں یہ کتاب حقیقت میں بجا طور پر اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی مدح وثناء میں برملا یہ کہا جائے کہ شدید ترین عداوت اور بری طرح کھار کھانے اور تلملانے کے باوجود آج تک ان سب میں سے کوئی بھی روایت ودرایت میں اس کی دھار موڑ سکا ہے نہ اس کی کاٹ سے خود کو بچا سکا ہے، یہ کتاب بار بار طبع ہوتی رہی اور اس پر کئی دہائیاں گزر چکی ہیں۔

گزشتہ سطور میں اس شخص کی جرأت اور علانیہ طور پر باطل کی حمایت اور نشر واشاعت کا سرسری احوال پیش کیا گیا، اب آیئے دیکھتے ہیں کہ توحید کے سلسلے میں جناب کا موقف کیا ہے:

۳۔ توحید الوہیت اور علامہ کوثری:

اس سلسلے میں کوثری صاحب نرے قبوری اور ٹھیٹھ خرافی ہیں، وسیلے کی آڑ میں قبروں پر مساجد اور قبوں کی تعمیر کو جائز ٹھہراتے ہیں، بلکہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے اور مردوں سے استغاثہ (فریادرسی کی درخواست) کرنے جیسی شرکیات کو بھی روا ٹھہراتے ہیں، اور اونچی قبروں کو منہدم کردینے سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث اور قبروں کو پختہ کرنے سے ممانعت کے متعلق حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے۔ (دیکھئے مقالات الکوثری:۱۵۹)

جبکہ ان دونوں حدیثوں کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور دیگر ائمہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (حضرت علی کی حدیث کو مسلم: ۲/۶۶۶، ابوداود ۳/۵۴۸، ترمذی ۳/۳۵۷، نسائی ۴/۸۸، اور احمد: ۱/۹۶، ۱۲۹) نے

روایت کیا ہے۔اور حضرت جابر کی حدیث کو مسلم: ۲/ ۶۶۷، ابوداود ۳/ ۵۵۲، ترمذی: ۳/ ۳۵۹، نسائی: ۴/ ۸۶، ۸۷، ۸۸، ابن ماجہ: ۱/ ۴۹۸، احمد: ۳/ ۲۹۵، ۳۳۲، ۳۹۹)

کوثری صاحب کے دو سنگین مقالے ہیں جو قبوری خرافات اور صریح شرکیات سے پر ہیں۔

ایک کا عنوان ہے: ''قبروں پر مسجدوں کی تعمیر اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا'' (مقالات الکوثری: ۱۵۶-۱۵۹)

اور دوسرے کا عنوان ہے: ''محق التقول في مسألة التوسل'' (حوالہ مذکور: ۳۷۸-۳۹۷، اور دیکھئے: تبدید الظلام: ۱۵۵-۱۶۲)

اسی طرح تقی سبکی (۷۵۶ھ) کی طرف منسوب ''السیف الصقیل'' نامی کتاب پر جناب کا ایک حاشیہ بھی ہے، نیز دیگر کتابوں پر انھوں نے جو حاشیے اور مقدمات لکھے ہیں ان میں بھی وہ موقع بہ موقع اپنے شرکیہ خیالات کی تائید وحمایت میں توحید الوہیت کے خلاف قاتل اور خطرناک قسم کے مہلک زہر ڈالتے جاتے ہیں۔ (دیکھئے: ہندوستانی صوفی سلامہ قضاعی کی کتاب ''البراھین الساطعة'' پر کوثری کا مقدمہ: ۷-۸)

یہیں سے یہ جان لیجئے کہ کوثری، کوثریت، اور بنوری (۱۳۹۷ھ) جیسے ان کے کچھ دیوبندی ہمنواؤں نے علی الاعلان جہمیت اور قبوریت کا علَم بیک وقت اٹھا رکھا ہے، اور آج تک اسے بلند رکھنے کے لئے کوشاں ہیں۔

مذکورہ دونوں مقالوں اور ان کے دیگر حاشیوں میں جو شرکیہ خرافات پائی جاتی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل فقروں میں ملاحظہ فرمایئے:

۱- قبروں پر مساجد اور قبوں کی تعمیر کا جواز اور یہ ایک متوارث چیز ہے جس کا سلسلہ قدیم سے چلا آتا ہے۔

۲- قبروں پر بنی مسجدوں اور قبروں کے ڈھانے کا عدم جواز اور یہ کہ یہ سلسلہ امت اسلامیہ میں متوارث چلا آتا ہے۔

اس ضمن میں کوثری صاحب ان کے ڈھا دینے کا خیال رکھنے والے کچھ لوگوں پر نکیر کرتے ہوئے اظہار تعجب کے ساتھ رقمطراز ہیں کہ:

''صاحب توقیع کی اس رائے کی بنیاد پر تو بلاد اسلام کے حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ انہدامی پھاوڑے اٹھالیں اور انہیں مشرق ومغرب میں صحابہ وائمہ دین اور صالحین امت کے قبوں کو ڈھانے میں استعمال کریں، اور ان کی طرف منسوب مسجدوں اور ہر شہر کے شاہان اسلام اور امرائے اسلام کے قبوں کو ڈھانے میں بھی انہیں سرگرم عمل کریں؛ حالانکہ امت میں خلف نے سلف سے یہ عمل بطور وراثت پایا ہے''۔ (مقالات الکوثری: ۱۵۶-۱۵۷)

ہم کہتے ہیں : خرافات کے دلدادہ ان حضرت اقدس کی یہ نکیر اور تعجب ملاحظہ فرمایئے اور ان کی حقیقت جان لیجئے۔

حالانکہ اسلامی تعلیمات پر نظر رکھنے والے کسی بھی شخص سے یہ حقیقت ذرا بھی مخفی نہیں رہ سکتی ہے کہ امراء و حکام کے واجبات وفرائض میں یہ چیز داخل ہے کہ وہ ان کے انہدام کی فوری کارروائی کریں، اور یہی صحابہ وسلف امت کا مسلک رہا ہے اور ائمہ سنت بھی اسی روش پر قائم رہے ہیں۔

یہ جناب اپنے اس باطل مسلک کی تائید میں ایک طرف تو حدیث کی صحت کو مطعون ٹھہراتے ہیں اور دوسری جانب عوامی روایات کو بطور حجت پیش فرماتے ہیں، حالانکہ اس بات میں وارد مذکورہ دونوں حدیثیں ناقدین فن کے نزدیک معیار صحت پر

پورے طور سے کھری اترتی ہیں اور کوثری صاحب کی تردید کرنے والے متعدد ماہرین نے ان کے اعتراضات کو ریت کے ذرات کی طرح اڑادیا ہے۔ اور جہاں تک لوگوں کے تعامل کی بات ہے تو اس حقیقت کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ علامہ کوثری صاحب اپنی اس لچر گفتگو اور ہذیان گوئی کے باعث صاف صاف رسوائی کی ڈگر پر چلے گئے ہیں کیونکہ تعامل وتوارث دوطرح کا ہوتا ہے:

- اہل سنت اور اہل ایمان کا تعامل۔
- نافرمانوں اور اہل بدعت کا تعامل۔

اب یہ صحیح حدیث تو اہل سنت واہل ایمان کے تعامل کے عین مطابق ہے، کیونکہ قبروں پر عمارتیں بنانے کی حرمت اور ان پر بنی ہوئی عمارتوں کو ڈھادینے اور انہیں زمین کے برابر کردینے کے وجوب پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ (دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم ۲/ ۶۶۹، ۶۶۷، اغاثۃ اللھفان: ۱/ ۲۸۹، تیسیر العزیز الحمید: ۳۳۲-۳۳۳، فتح المجید: ۲۶۴، قرۃ عیون الموحدین: ۱۲۰)

اور جہاں تک نافرمانوں اور اہل بدعت کے تعامل کی بات ہے تو علامہ کوثری صاحب کو اسے حجت بنانا اور صحیح حدیث پر نشانا سادھنا مبارک ہو، اور اسی سے مسلمانوں کو جناب کی دیانت داری کی حقیقت صاف معلوم ہوجائے گی وہ اس بات کو اچھی طرح جان لیں گے کہ صاحب اہل امانت میں شامل نہیں ہیں، بلکہ خیانت میں صاحب نشان وصاحب امتیاز ہیں اللہ قبوری جاہلوں کو ہدایت نصیب کرے اور وثنیت کے پیشواؤں اور علمبرداروں پر اس کی مار ہو۔

اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ روشن ہے کہ اس امت میں قبروں کی عبادت اور شرک روافض کی ایجاد ہے، انھوں نے ہی سب سے پہلے قبروں پر مسجدیں بنائیں اور ان کی عبادتوں میں مشغول ہوئے۔ (دیکھئے تیسیر العزیز الحمید ۳۲۶، اور فتح المجید: ۲۶۰) پھر یہ شرک اور زندیقیت والحاد اور فساد کی اتنی باتیں مسلمانوں میں داخل ہوگئیں کہ جن کا شمار رب العباد کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے، وہ تو یہود ومشرکین کے چوزے ہیں اور روافض اور یہود میں متعدد قسم کی مشابہتیں پائی جاتی ہیں، (دیکھئے: منہاج السنۃ: ۱/ ۳، ۶ طبع قدیم اور ۱/ ۱۰، ۲۲-۳۳ طبع محقق)

کوثری صاحب نے تعامل کے سلسلے میں حاکم کے کلام سے بھی استدلال کیا ہے جبکہ ان کا کلام محض قبروں کی تحریر کے متعلق ہے، ان پر عمارتیں بنانے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اور ذہبی نے اس پر ان کا بڑا عمدہ تعاقب کیا ہے جو انتہائی مفید اور خوب تر ہے، دیکھئے: المستدرک مع تلخیص الذھبی: ۱/ ۳۷۰، اور مولانا ظفر احمد عثمانی نے ذہبی کے اس تعاقب کی تعریف بھی کی ہے اور لکھا ہے کہ: ''میں کہتا ہوں کہ یہ عمدہ اور قوی تعاقب ہے'' اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر لکھنا امام ابوحنیفہ کے مسلک میں حرام ہے، دیکھئے: اعلاء السنن: ۸/ ۲۶۵-۲۶۶، اور یہ کتاب احکام حدیث میں دیوبندیوں اور کوثریوں کی اہم ترین کتاب ہے، خود کوثری صاحب نے اس پر تقریظ لکھی ہے اور اس قدر مبالغے کے ساتھ اس کی مدح سرائی کی ہے کہ اس سے تعجب ہوتا ہے، اور فرمایا کہ وہ اس کتاب سے عش عش کراٹھے ہیں، اور ابو غدہ کوثری نے بھی اس پر صاد کیا ہے، دیکھئے: مقالات الکوثری: ۶۷ اور مقدمہ ابو غدہ بر کتاب اعلاء السنن: ۱/ ۵)

(ان شاء اللہ جاری ہے)

❖ ❖ ❖

تزکیہ و تربیت

آخرت سے غافل کرنے والے اسباب

ابوابراہیم کمال الدین سنابلی بدایونی

دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی فکر میں مبتلا ہے، کسی کو کاروبار کی فکر ہے، کسی کو اچھی نوکری کی فکر ہے تو کوئی اپنی اولاد کے بہتر مستقبل کے لئے فکر مند ہے، یہ تمام فکریں دنیا کے تعلق سے ہیں، اپنی دنیا بہتر بنانے کے لیے کوشش کرنا کوئی معیوب نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آخرت کی فکر کون کرے گا؟ آخرت سے غفلت کیوں؟

آخرت سے غفلت دراصل سب سے بڑا خسارہ ہے، آیئے جانتے ہیں ان اسباب کو جو آخرت سے غافل کر دینے والے ہیں۔

1-شیطان کا تسلط:

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، اس نے انسان کو راہِ راست سے بہکانے کی قسم کھا رکھی ہے، اس نے پختہ ارادہ کیا ہوا ہے کہ جس انسان کی وجہ سے میں اللہ کی بارگاہ سے معلون قرار دے کر دھتکار دیا گیا، میں اس کو ضرور بہکاؤں گا، چنانچہ اس نے اپنے ارادے کا اظہار یوں کیا:

(ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ)(الاعراف:17)

"پھر میں ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی، ان کے داہنی جانب سے بھی اور ان کے بائیں جانب سے بھی، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے"۔

شیطان بہکانے کے معاملے میں بہت ہشیار ہے، اس کے پاس بہکانے کے بہت طریقے اور فارمولے ہیں، وہ ہر ایک کو ایک ہی طریقے سے نہیں بہکاتا، بلکہ وہ دین سے دور شخص کو مزید گمراہ کرنے کے لیے الگ طریقے سے بہکاتا ہے، دین دار شخص کو الگ طریقے سے پھنسانے کی کوشش کرتا ہے، تہجد گزار کو الگ طریقے سے، اسکول لائن والے کو الگ انداز میں، مدرسہ لائن والے کو الگ انداز میں، اور کاروباری کو الگ طریقے سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔

انسان کو شیطان کی چالوں سے ہمیشہ چوکنا رہنا چاہیے، وہ گمراہ کرنے اور آخرت سے غافل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

2-دنیا پرستی:

آخرت سے غفلت کا دوسرا سبب دنیا کی اندھی چاہت ہے، دنیا حاصل کرنا معیوب اور قابلِ مذمت نہیں لیکن دنیا کے پیچھے اس طرح سرپٹ بھاگنا کہ آخرت کو فراموش کر دیا جائے، یہ قابلِ مذمت ہے۔

کہیں انسان دنیا حاصل کرنے کے چکر میں آخرت سے غافل نہ ہو جائے، اسی لیے اللہ تعالی نے دنیا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ) (العنكبوت:64)

" یہ دنیا تو محض کھیل تماشہ ہے اور آخرت کا گھر ہمیشگی والا ہے، کاش لوگ جانتے"

اللہ نے دنیا کو کھیل تماشہ کیوں کہا؟ اس کا جواب خود اسی آیت میں ہے، اللہ نے دنیا کو کھیل تماشہ کہنے کے بعد آخرت کی ابدی زندگی کی طرف اشارہ کیا، گویا دنیا کھیل تماشہ ہے کیونکہ یہ عارضی ہے اور آخرت کے مقابلے میں بہت حقیر و مختصر، اتنی مختصر کہ تم میں سے کوئی سمندر میں انگلی ڈالے، پھر دیکھے کہ اس کی انگلی پر کتنا پانی آیا ہے، پس دنیا آخرت کے مقابلے میں اتنی معمولی اور مختصر ہے کہ اسے کھیل تماشے سے تعبیر کیا گیا۔

دنیوی زندگی کے اس قدر مختصر ہونے کے باوجود انسان اس عارضی دنیا کے پیچھے آخرت کی ابدی زندگی سے غافل ہو جاتا ہے، ذرا سوچیے! کس قدر گھاٹے کا سودہ ہے یہ۔

3۔نفسانی خواہشات:

آخرت سے غفلت کا ایک بہت بڑا سبب نفسانی خواہشات پر عمل کرنا ہے، ہر معاملے میں انسان اپنے نفس کی سننے کا عادی ہو چکا ہے۔

آخرت کا طالب ایک مومن بندہ اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے، اس کا رب اسے جہاں چلنے کا حکم دیتا ہے وہ چلتا ہے، جہاں رکنے کا حکم دیتا ہے وہ رک جاتا ہے، جو کھانے کا کی اجازت دیتا ہے وہ کھاتا ہے اور جس کے کھانے سے روکتا ہے اس سے پرہیز کرتا ہے، اس کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا، کمانا الغرض اس کا پورا طرزِ زندگی (life style) اس کے رب کی منشاء کے مطابق ہوتا ہے، اور دوسرا شخص وہ ہے جو اپنا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا اور پورا طرز زندگی اپنی خواہشات کے حوالے کر دیتا ہے، اس کا نفس اسے جو حکم دیتا ہے اس پر عمل کرتا ہے، گویا وہ نفس کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔

انسان کو اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے سے ہمیشہ بچنا چاہیے، ہر معاملے میں نفس کی غلامی کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالی نے کتنا زبردست تبصرہ فرمایا ہے ذرا غور کریں، ارشاد باری تعالی ہے:

(أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَىٰهُ)(الجاثیۃ:23)

" کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنے نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے"

دراصل یہ حق اللہ رب العالمین کا ہے کہ تمام معاملات میں اس کی اطاعت کی جائے، انسان جب یہ حق اپنے نفس کو دے دیتا ہے تو اس نے گویا اسے معبود کے درجے پر بٹھا دیا، پھر نفس اسے گناہوں کی طرف لے جاتا ہے، رب کی یاد اور آخرت سے غافل کر دیتا ہے۔

4۔گناہوں پر اصرار:

گناہوں پر اصرار بھی آخرت سے غفلت کا سبب ہے، گناہوں پر اصرار کا مطلب یہ ہے کہ انسان گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے اور اسے اس پر کوئی ندامت نہ ہو۔

دیکھیے گناہ انسان سے ہوتے ہیں، فرشتوں سے نہیں، لیکن ایک انسان وہ ہوتا ہے کہ جب اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو، اس گناہ کو چھوڑ دے اور آئندہ نہ کرنے کا عزمِ مصمم کرے، گناہ اس سے ہو گیا لیکن دل ہی دل میں اسے گھٹن محسوس ہوتی ہے کہ مجھ سے غلط ہوا ہے، ایسے انسان کے راہ راست پر آنے کے امکان ہیں، لیکن ایک انسان وہ ہیکہ گناہ پر گناہ کرتا ہے لیکن اس گناہ کو چھوڑنا تو دور کی بات، شرمندہ تک نہیں ہوتا، صبح سے شام تک رب کی نافرمانی ہی نافرمانی اور دل میں کسی قسم کا احساس نہیں، یعنی اس کا احساس مردہ ہو چکا، انسان کی جب یہ کیفیت ہو جائے تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ خطرناک

کھائی میں گر چکا ہے، اس خطرناک کھائی سے نکلنے کے لیے اسے محنت کرنی پڑے گی، لہٰذا وہ قرآن کی تلاوت کرے، ترجمہ پڑھے، علماء کی مجلسوں میں بیٹھے، نیک لوگوں سے تعلق قائم کرے، اچھے لوگوں سے دوستی کرے، دیندار لوگوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے، تاکہ اس کے اندر اللہ کا ڈر اور آخرت کی فکر پیدا ہو سکے۔

5۔مصیبتوں سے گھبرا جانا:

مصیبتیں اور پریشانیاں انسانی زندگی کا حصہ ہیں، کسی کو کم کسی کو زیادہ لیکن زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر آزمائشوں کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے، بہت ہی کم افراد ایسے ہونگے جنہیں کبھی کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی ہو۔

مصیبتیں، آزمائشیں زندگی کا حصہ ہیں، اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ ان مصیبتوں اور آزمائشوں پر صبر سے کام لیتا ہے یا اپنے رب کی نافرمانی کرنے پر اتر آتا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو جب زیادہ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ صبر کرنے کے بجائے اپنے رب سے بدظن ہو جاتے ہیں، کتنے لوگ ایسے پائے گئے جو نمازوں کے پابند تھے، دین سے جڑے ہوئے تھے لیکن جب ان کے مقدر کی پریشانیاں ان پر آئیں تو وہ رب سے بدظن ہو گئے، وہ یہ سوچنے لگے کہ ہمارا مسجدوں سے بھی تعلق ہے، قرآن سے بھی تعلق ہے، دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ بھی لیتے ہیں، پھر بھی ہمیں پر یہ مصیبتیں اور پریشانیاں، اور فلاں کو دیکھو! نہ نماز و روزہ سے مطلب، نہ قرآن وسنت کی پرواہ، نہ مسجدوں سے لگاؤ نہ ملت کا درد، ہر طرح کے گناہوں میں وہ ملوث، پھر بھی خوشحال، کوئی ٹینشن نہیں، نتیجتاً وہ نماز روزہ چھوڑ بیٹھے، رب سے بدظن ہو گئے۔

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ بدلوگوں پر پریشانیوں کا آنا واقعی اللہ کی طرف سے عذاب ہے لیکن اچھے لوگوں پر پریشانیوں اور مصیبتوں کا آنا اس کے گناہوں کے کفارے کا سبب ہے، اللہ چاہتا ہے کہ ان پریشانیوں کے سبب اس کے گناہ دنیا ہی میں معاف کر دوں، اور اگر گناہ نہ بھی ہوں تو ان مصیبتوں کی وجہ سے ایک مومن بندے کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔

اگر ایک مسلمان مصیبتوں اور پریشانیوں پر صبر کرے تو اللہ تعالی ان پریشانیوں کا عوض عطا فرمائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ، وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ" (بخاری، رقم الحدیث:5642)

''کسی بھی مسلمان کو کوئی تھکان، تکلیف اور رنج وغم پہونچتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالی اس کے گناہ معاف فرماتا ہے''۔

دوسری حدیث میں تو یہاں تک کہا گیا ہے کہ کل روز محشر دنیا میں عافیت سے رہنے والے یہ آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں ان پر بھی پریشانیاں آئی ہوتیں تاکہ آج ان کا بدلہ ملتا، حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيضِ (ترمذی، رقم الحدیث :2402)

''جب قیامت کے دن ان لوگوں کو کہ جو دنیا میں ابتلاء و آزمائش میں رہے، اجر وثواب سے نوازا جائے گا تو (دنیا میں ہمیشہ) عافیت سے رہنے والے (آخرت میں بروز قیامت) یہ آرزو کریں گے کہ کاش ان کی چمڑیوں کو (دنیا میں) قینچی سے کاٹ دیا گیا ہوتا (تاکہ یہاں اس کا بدلہ پاتے)''۔

لہٰذا ایک مسلمان پر جب مصیبتیں آئیں (اللہ تمام مسلمانوں کو مصیبتوں اور ابتلاء وآزمائش سے بچائے) تو وہ اپنے رب سے بدظن اور آخرت سے غافل ہونے کے بجائے اپنا رشتہ اللہ سے اور مضبوط کرے اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

6۔موت سے غفلت:

موت سے غفلت بھی آخرت سے غفلت کا ایک سبب ہے، ہم میں سے ہر شخص کو موت کا یقین ہے لیکن پھر بھی زندگی اس انداز میں گزار رہے ہیں جیسے کبھی مرنا ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: (كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ) (آل عمران:185)

" ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے، اور قیامت کے دن تم اپنے بدلے پورے پورے دیے جاؤ گے، پس جو جہنم سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو وہ کامیاب ہو گیا، اور دنیوی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے"

اگر ہمیں یقین ہے اور واقعی یقین ہے کہ ایک دن مرنا ہے تو موت سے غفلت کیوں؟ موت کی بعد والی زندگی کی تیاری سے غفلت کیوں؟ جان رکھو کہ دنیا ایک دن بے وفائی کرنے والی ہے، یہ چلتا پھرتا جسم اللہ کے ایک حکم کا منتظر ہے، اللہ کا حکم ہوتے ہی یہ طاقتور جسم، یہ خوبصورت وحسین جسم بے جان ہو جائے گا، لہٰذا عقلمند شخص وہ نہیں جو موت سے غافل ہو کر زندگی گزارے، عقلمند شخص وہ ہے جو موت کو یاد رکھے، موت کی بعد والی زندگی کی تیاری کرے، آخرت کی فکر کرے۔

7۔اللہ کے سامنے جوابدہی کا احساس نہ ہونا:

آخرت سے غفلت کا ایک اہم اور بڑا سبب اللہ کے سامنے جوابدہی کے احساس کا نا ہونا ہے، اگر ہمیں واقعی طور پر یہ احساس ہو جائے کہ ایک دن اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہے تو ہم اپنی زندگی کا ہر قدم آخرت کے نفع ونقصان کو سامنے رکھ کر اٹھائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کے تعلق سے اس فکر کا احساس دلایا ہے کہ لوگوں اُس دن رب ذوالجلال کے سامنے کھڑے ہو کر ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے، آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''لَا تَزُولُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ : عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ'' (ترمذی، رقم الحدیث:2416)

" انسان کے قدم قیامت کے دن اس کے رب کے پاس سے اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کر لیا جائے:

1۔عمر کن کاموں میں فنا کی

2۔جوانی کن کاموں میں ختم کی

3۔مال کہاں سے کمایا

4۔مال کہاں خرچ کیا

5۔جو علم تمہارے پاس تھا اس پر عمل کتنا کیا

اگر انسان حقیقی معنوں میں تصور کر لے کہ اس دن رب العالمین کس قدر جلال میں ہوگا کہ انبیاء تک لب کشائی کرنے سے پرہیز کریں گے، اس دن اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر ان سوالوں کے جواب دینے ہیں، تو انسان اپنی زندگی میں تبدیلی لانے اور آخرت کی فکر کرنے پر مجبور ہو جائے، واللہ المستعان۔

انحراف وغلو

قیام تعظیمی شریعت کی روشنی میں

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

مجلس میں داخل ہونے والے یا مجلس میں موجود شخص کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجانا بعض دینی حلقوں کے مجلسی آداب میں رائج ہے اور مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ اس موضوع پر بعض احادیث کے مفہوم کے نہ سمجھ پانے کی وجہ سے اس کا جواز بحث کا موضوع بھی بنتا رہتا ہے۔ زیرنظر مضمون میں ہم نے اس موضوع پر مطالعہ کا حاصل پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو شاید مسئلہ کی تفہیم میں معاون ثابت ہو۔

کسی شخص کی خاطر کھڑے ہوجانے کی تین صورتوں کا تذکرہ احادیث میں ملتا ہے۔

پہلی صورت:

مجلس میں ایک شخص یا کچھ افراد بیٹھے رہیں اور دوسرے لوگ محض ان کی تعظیم کے لیے بغیر کسی ضرورت کے بیٹھنے کی گنجائش ہونے کے باوجود کھڑے رہیں۔

اس قیام کے حرام ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ اور صریح روایات اس کے حرمت کی توثیق کرتی ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ اشْتَكَى رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ وَهُوَ قَاعِدٌ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ تَكْبِيرَهُ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا فَرَآنَا قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْنَا فَقَعَدْنَا فَصَلَّيْنَا بِصَلاَتِهِ قُعُودًا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ إِنْ كِدْتُمْ آنِفًا لَتَفْعَلُونَ فِعْلَ فَارِسَ وَالرُّومِ يَقُومُونَ عَلَى مُلُوكِهِمْ وَهُمْ قُعُودٌ فَلاَ تَفْعَلُوا ائْتَمُّوا بِأَئِمَّتِكُمْ إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِنْ صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا

جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری میں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے اس طرح نماز ادا کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکبیر سنا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے تو ہم کو کھڑے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اشارہ فرمایا تو ہم بیٹھ گئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے ساتھ بیٹھ کر نماز ادا کی جب سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے اس وقت وہ کام کیا جو فارسی اور رومی کرتے ہیں کہ وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ بیٹھا ہوتا ہے ایسا نہ کرو اپنے ائمہ کی اقتداء کرو اگر وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہوکر نماز ادا کرو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

(صحيح مسلم ، باب ائْتِمَامِ الْمَأْمُومِ بِالإِمَامِ ، وأبو عوانة (2 / 108) وابن ماجه (1240) والطحاوى (1 / 234) والبيهقى وأحمد (3 / 334)

عن أبى سفيان عنه قال : " ركب رسول الله (صلى الله عليه وسلم) " فرسا بالمدينة فصرعه

على جذم نخلة فانفكت قدمه فأتيناه نعوده فوجدناه فى مشربة لعائشة يسبح جالسا قال : فقمنا خلفه فأشار إلينا فقعدنا قال : فلما قضى الصلاة قال : إذا صلى الإمام جالسا فصلوا جلوسا وإذا صلى الإمام قائما فصلوا قياما ولا تفعلوا كما يفعل أهل فارس بعظمائها

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک درخت کی جڑ میں گرا دیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں چوٹ آ گئی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کی غرض سے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف فرما ہیں اور بیٹھے بیٹھے تسبیح پڑھ رہے ہیں پس ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو (اپنے پیچھے کھڑے ہونے سے) منع نہیں فرمایا جب ہم دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کے لیے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرض نماز بیٹھ کر پڑھائی ہم لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو (بیٹھنے کا) اشارہ کیا تو ہم بیٹھ گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور جب امام کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور تم ایسا مت کرو جیسا کہ اہل فارس اپنے بڑوں کے ساتھ کرتے ہیں (یعنی وہ بیٹھے رہتے ہیں اور لوگ کھڑے رہتے ہیں۔

أبو داود (602) والبيهقى (3 / 80) وأحمد (3/300) شیخ البانی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

عَنْ أَبِى مِجْلَزٍ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ عَامِرٍ فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لاِبْنِ عَامِرٍ اجْلِسْ فَإِنِّى سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

حضرت ابومجلز فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن زبیر اور ابن عامر کے پاس آنے کے لیے نکلے تو ابن عامر معاویہ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

(أخرجه البخارى فى " الأدب " (977) و أبو داود (5229) و الترمذى (2 /125)

و الطحاوى فى " مشكل الآثار " (2 / 40) و اللفظ له و أحمد (4 / 93 ، 100)

(شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔)

علامہ ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ" قیام کے فرض ہونے کے باوجود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو قیام سے منع فرما دیا حالانکہ یہ بالکل واضح بات ہے کہ امام کے پیچھے مصلیین کا قیام اللہ کے لیے ہوتا ہے نہ کہ امام کے لیے لیکن اس کی ظاہری صورت کیونکہ فارس اور روم کے مشرکین سے میل کھاتی ہے اس لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظاہری

مشابہت کے اختیار سے بھی منع فرما دیا۔ اس سے اس معاملہ میں نہی کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

البتہ سکیورٹی گارڈ وغیرہ اگر حفاظت کے پیش نظر ہتھیار کے ساتھ کسی شخص کے پیچھے کھڑے رہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب اللہ کے نبی کے خیمہ میں قریش کے سفیروں کی آمد ورفت جاری تھی تو حضرت مغیرۃ بن شعبہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تلوار لے کر کھڑے رہے۔

دوسری صورت:

کسی شخص کے مجلس میں داخلہ پر مجلس میں موجود لوگ بغیر کسی ضرورت کے محض آنے والے کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہوجائیں۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عدالت کے کمرے میں جج داخل ہونے پر کمرہ میں بیٹھے لوگ اور استاذ کے کلاس روم داخلہ پر روم میں موجود طلباء کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یا راستہ میں بیٹھے ہوئے لوگ راستہ سے گذرنے والے کسی شخص کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجائیں۔ اس قیام کے لیے عربی میں قام لہ کے الفاظ آتے ہیں۔ اس قیام کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت اس کی حرمت کی قائل ہے اور ایک جماعت اس کے جواز کی رائے رکھتی ہے۔ دلائل کے اعتبار سے حرمت کا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ہم ذیل میں اس اختلاف کی کچھ تفصیل پیش کرتے ہیں۔

حرمت کے دلائل:

عن أَنَسٍ قالَ: "لم يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولُ الله صلى الله عليه وسلم، قال: وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذَلِكَ".

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی شخص دنیا میں نہیں تھا اس کے باوجود پھر بھی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہیں تھا۔

(أخرجه البخاری فی " الأدب المفرد " (946) و الترمذی (2 / 125) و الطحاوی فی " مشكل الآثار " (2 / 39) و أحمد (3 / 132) شیخ البانی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔)

جواز کے قائلین اس حدیث کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تواضع قرار دیتے ہیں۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ:

1. قیام تعظیم سے اللہ کے نبیؐ کی کراہت شرعی کراہت تھی جس کی علت اس طریقہ کا مشرکین کے طریقہ تعظیم کے مشابہ ہونا ہے، جیسا کہ دیگر احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

2. اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ کراہت تواضع کی بنا پر تھی تب بھی کیا ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم تواضع میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اقتدا فرمائیں۔ اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور سید ولد آدم ہونے کے باوجود اس درجہ متواضع ہیں کہ اپنی تعظیم میں کسی کے کھڑے ہونے کو پسند نہیں فرماتے تو ہمارے لیے یہ کیسے مناسب ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے لیے اس چیز کو پسند کریں جس کو اللہ کے رسول اپنے لیے ناپسند فرماتے تھے۔ کیا تواضع اور انکساری میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں ہمارے لیے اسوہ نہیں ہیں؟

عَنْ أَبِی مِجْلَزٍ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ

الزُّبَيْرِ وَابْنِ عَامِرٍ فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَامِرٍ اجْلِسْ فَإِنِّى سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَقُولُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

حضرت ابومجلز فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن زبیر اور ابن عامر کے پاس آنے کے لیے نکلے تو ابن عامر معاویہ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(أخرجه البخارى فى " الأدب " (977) و أبو داود (5229) و الترمذى (2 / 125)

(و الطحاوى فى " مشكل الآثار " (2 / 40) و اللفظ له و أحمد (4 / 93 ، 100)

(شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔)

واضح رہے کہ حدیث کی نہی قیام تعظیم کی ان دونوں صورتوں کو شامل ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت معاویہ کے استدلال سے ظاہر ہے۔

ایک اہم نکتہ:

اس مسئلہ میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ قیام تعظیمی کے واجب یا مستحب ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں البتہ اسکی ممانعت کے دلائل موجود ہیں جن کے مفہوم میں اختلاف ہونے کی وجہ سے علماء کے درمیان اس کے جواز میں اختلاف ہے۔ دین میں احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ اسے اختیار کرنے کے بجائے اسے چھوڑ دیا جائے۔

عن الحسن بن على رضى الله عنهما قال حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم دع ما يريبك إلى ما لا يريبك۔

حسن بن علی سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشکوک چیز کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کرو جو غیر مشکوک ہے

(الترمذی والنسائی وابن حبان، شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

بعض علماء کرام نے اہل علم ودین کے لیے قیام تعظیمی کو جائز اور ان کے علاوہ کے لئے ناجائز قرار دیا ہے، بعض دوسرے اہل علم نے صرف والدین کے لیے قیام کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس تفریق کے لیے کوئی دلیل شریعت میں موجود نہیں۔

تیسری صورت:

مجلس میں داخل ہونے والے شخص کے لیے کھڑے ہوجانے کی ایک صورت یہ ہے کہ آنے والے شخص سے مصافحہ کرنے، معانقہ کرنے، سواری سے اتارنے یا کسی جگہ بٹھانے یا اسی طرح کی کسی ضرورت کے لیے کھڑے ہوجایا جائے۔ اس کے لیے عربی زبان میں قام الی کا لفظ آتا ہے۔ اس قیام کے جائز ہونے میں علماء متفق ہیں اور حدیث سے اس کے بہت سارے دلائل ملتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رضى الله عنها أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلاًّ - وَقَالَ الْحَسَنُ حَدِيثًا وَكَلاَمًا وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَسَنُ السَّمْتَ وَالْهَدْىَ

وَالدَّلَّ - بِرَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهَا كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا.)

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے چال چلن، گفتگو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ حضرت فاطمہ کے کسی کو نہیں دیکھا جب وہ آپ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہوجاتے ان کی طرف ان کا ہاتھ پکڑتے انہیں بوسہ دیتے اور انہیں اپنی خاص نشست پر بٹھاتے اور جب آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو وہ بھی آپ کی طرف کھڑی ہوتیں آپ کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھلاتیں۔

(سنن ابی داود، سنن ترمذی، شیخ البانی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔)

أَبِى سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضى الله عنه، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ، هُوَ ابْنُ مُعَاذٍ، بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ قَرِيبًا مِنْهُ، فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن معاذ کی ثالثی پر جب بنو قریظہ رضامند ہو کر نیچے اترے آئے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کو بلوایا جو آپ کے قریب ہی مقیم تھے وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے اور جب وہ نزدیک آگئے تو آپ نے فرمایا اپنے سردار کو اتارنے کے لیے کھڑے ہوجاؤ۔ (متفق علیہ)

واضح رہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے لیے تعظیما کھڑے ہونے کا حکم نہیں دیا تھا۔ حضرت معاذ غزوہ احزاب میں تیر لگ جانے کی وجہ سے زخمی تھے اسی لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سہارا دے کر نیچے اتارنے کے لیے صحابہ کرام کو کھڑے ہوجانے کا حکم دیا تھا اس کی وضاحت مسند احمد کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

" قوموا إلى سيدكم فأنزلوه ، فقال عمر : سيدنا الله عز وجل ، قال : أنزلوه ،فأنزلوه "

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سردار کے لیے کھڑے ہوجاو اور انہیں نیچے اتارو۔ حضرت عمر نے فرمایا ہمارا سردار اللہ ہے۔ اللہ کے رسول نے فرمایا انہیں نیچے اتارو تو لہذا ان کو نیچے اتارا گیا۔

أخرجه الإمام أحمد(6/141-142))

حَتَّى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رسولُ الله - صلى الله عليه وسلم - جَالِسٌ حَوْلَه النَّاسُ ، فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ - رضى الله عنه - يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنى وَهَنَّأَنِى ، والله مَا قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرينَ غَيْرُهُ - فَكَانَ كَعْبٌ لا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ-.

کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے طلحہ بن عبید اللہ مجھے دیکھ کر دوڑے مصافحہ کیا پھر مبارک باد دی مہاجرین میں سے یہ کام صرف طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اللہ گواہ ہے کہ میں ان کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ (بخاری: ٤٤١٨)

❖ ❖ ❖

[۲]

خصوصی مضمون

اسلام کی کچھ اہم خصوصیات

ایمانداری، امن پسندی، صلح جوئی اور رواداری

محمد مقیم فیضی

یورپین مؤرخین کی تاریخ نگاری کا نرالا ڈھب

یورپین مؤرخوں کے اعتراضات (جیسا کہ آگے ثابت ہوگا) اگرچہ نہایت کمزور ہوتے ہیں، اور اس لئے ان کا جواب دینا نہایت آسان بات ہے لیکن بایں ہمہ جواب دینے والا سخت مشکل میں پڑ جاتا ہے، یورپین مورخین ایک اعتراض کے بیان کرنے میں جو غلط ہوتا ہے پے درپے اور بہت سے جھوٹ ملاتے جاتے ہیں، جواب دینے والا ایک جھوٹ کا جواب دینا چاہتا ہے تو سامنے ایک اور جھوٹ نظر آتا ہے، وہ ادھر متوجہ ہوتا ہے تو ایک اور جھوٹ نمایاں ہوتا ہے، مسلسل دروغ بیانی اور افتراؤں کے ہجوم پر بے اختیار اس کو طیش آجاتا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ سکون اور اطمینان کے ساتھ اصل واقعہ کے انکشاف پر متوجہ ہو غصے سے بے قابو ہو جاتا ہے۔

خود مجھ پر یہی اثر پڑا ہے، لیکن میں ان حریفوں کو یہ موقع نہ دوں گا کہ وہ میرے طیش وغضب سے فائدہ اٹھائیں۔ (حوالہ مذکور ص ۵۹-۶۰)

- **تاریخی حقائق کو گم کرنے کا ایک اسلوب خلط مبحث بھی ہوتا ہے۔**

علامہ شبلی نعمانی صاحب رحمہ اللہ انگریز مورخوں کی تحریری حیلہ سازیوں کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یورپین مورخوں نے ہندوؤں کی ناراضی کے جو اسباب بتائے ہیں ان میں خلط مبحث ہوگیا ہے یعنی مذہبی اور پولیٹکل باتیں مل جل گئی ہیں اس لئے مسئلہ زیر بحث کی تحلیل اور تحقیق کے لئے ضروری ہے کہ دونوں سے الگ الگ بحث کی جائے...''۔ (حوالہ مذکور ص ۶۰)

اکبر شاہ نجیب آبادی کا اقتباس

گمراہ کن تاریخیں

اکبر شاہ نجیب آبادی صاحب نے تاریخ نگاری کے سلسلے میں ایک تشویشناک حقیقت کی نقاب کشائی کرتے ہوئے بڑی قابل توجہ تحریر لکھی ہے جسے موجودہ دور کے حالات سے زبردست مناسبت ہے اس لئے اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

سرکاری مدارس کے لئے تاریخ کی حد سے زیادہ مجمل و مختصر کتابیں تالیف کرنے والوں، خودغرض سیاحوں اور غیر ملکی تاریخ نویسیوں کے ہاتھ تاریخ ہند کی جس طرح مٹی پلید ہوئی ہے اور سرکاری درس گاہوں میں تعلیم پائے ہوئے لوگوں کو گمراہ ہونے کا جو موقعہ ملا ہے اس کی نظیر غالباً دنیا کا کوئی ملک پیش نہیں کرسکتا۔ یہی سبب ہے کہ آج براعظم ہندوستان میں کسی شخص سے بمشکل یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کے حالات کا تھوڑا بہت صحیح اندازہ کرسکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ مسلمان ہندوؤں کے ہمدرد رہے اور ہندوؤں کو مسلمانوں سے حمایت، محبت، انصاف اور مروّت کی توقع رکھنی چاہیے تو لوگوں کو معاً محمود غزنوی کے حملے، شہاب الدین غوری کی یورشیں، اورنگ زیب کی زیادتیاں جن کا حال انھوں نے تاریخ نما گمراہ کن کتابوں اور جھوٹے افسانوں میں پڑھا ہے یاد آجاتی ہیں اور وہ دل ہی دل میں اس شخص کی

باتوں پر ہنستے اور اس کے قول کو نا قابل التفات سمجھتے ہیں۔ سچ ہے کہ جھوٹے کے آگے سچے کو رونا پڑتا ہے۔ ہندوستان میں جب سے ہندو مسلمانوں کو ایک دوسرے سے واسطہ پڑا اس وقت سے لے کر غدر ۱۸۵۷ء تک ہندوستان کی تمام تاریخیں جو ہم عہد مورخوں نے اپنے چشم دید حالات پر لکھیں سب فارسی زبان میں ہیں۔ اپنی آنکھوں دیکھے ایک واقعہ کو کئی مورخوں نے جدا جدا اپنے اپنے رنگ میں اس طرح لکھا ہے کہ ہر شخص کسی ایک زمانے کے حالات یا کسی ایک واقعہ کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے کئی کئی تاریخوں کا مابہ الاشتراک پیش نظر رکھ کر حقیقت واصلیت سے بخوبی آگاہ ہوسکتا ہے مگر گمراہ کن تاریخوں کے رواج اور فارسی زبان کا دفتر گاؤخورد ہوجانے کے سبب کسی کو اتنا دماغ اور اس قدر فراخ حوصلہ نہیں کہ وہ گمراہی کے پردے کو چاک کرکے حقیقت آشنا بنے اور دوسروں کو غلط فہمیوں سے نکالے۔

مروجہ گمراہ کن تاریخوں تک ہی ہم ہندوستانیوں کی مصیبت کا خاتمہ نہیں ہوجاتا بلکہ سب سے بڑی مصیبت کا تذکرہ ابھی باقی ہے وہ یہ کہ ہندوستان کی موجودہ آب وہوا نے بہت سے نئے نئے فرقے اور نئے نئے لیڈر پیدا کردیئے ہیں۔ اس نئی پیداوار میں ایک ایسا فرقہ بھی پیدا ہوا جس نے اپنی تمام تر ہمت وطاقت اس کوشش میں صرف کردی کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کو گالیاں دی جائیں اور ناسزا کہہ کر ان کا دل دکھایا جائے اس سلسلہ میں سب سے زیادہ پلید کوشش یہ ہوئی کہ ہندوستان کے مسلمان فرماں رواؤں کو ظلم و نالائقی سے بے جا طور پر متہم کرنے اور ان پر انواع اقسام کے عیوب تھوپنے کے لئے جھوٹے افسانوں اور فرضی ناولوں کا سلسلہ جاری کرکے عوام کو گمراہ اور ہندو مسلمانوں کے درمیانی خلیج کو اور بھی وسیع کیا گیا۔ سخت تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ اس قسم کی شرانگیز کارروائیوں اور دروغ بافیوں کے مرتکب مطلق نہیں شرماتے اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ صدق وراستی پر کذب و دروغ غالب آجائے گا اور حقیقت واصلیت ہمیشہ کے لئے روپوش و مدفون ہوجائے گی۔ حالانکہ

ایں خیال است ومحال است جنون

(دیباچہ طبع اول۔ آئینۂ حقیقت نما)

نجیب آبادی صاحب کی ذکر کردہ انفرادی یا پرائیویٹ اداروں کی کاوشوں کو اگر سرکاری سرپرستی حاصل ہوجائے اور وہی کام حکومتی اداروں اور مشنریوں کے ذریعہ انجام پانے لگے تو پھر اس کی سنگینی کا کیا کہنا؟

جن بادشاہوں کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور انہیں متعصب مشہور کیا گیا ہے ان میں ایک اہم نام اورنگ زیب عالمگیر کا ہے اس لئے ہم اسی کے متعلق کچھ چشم کشا حقائق پیش کررہے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ پروپیگنڈے اور حقیقت میں کتنا بعد ہے۔

شیواجی کے پوتے کے ساتھ اورنگ زیب کا مثالی سلوک

عالمگیر نے شیواجی کے پوتے ساہوجی کو جب گرفتار کیا تو اس کی عمر سات برس کی تھی، عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی میں رکھا۔ شاہی خیمے کے برابر اس کا خیمہ کھڑا کرایا، اس کو ہفت ہزاری کا منصب اور خطاب ونوبت وعلم عطا کیا اور یہ برتاؤ آخر عمر تک قائم رکھا۔ (اورنگ زیب عالمگیر۔ شبلی نعمانی ص ۶۵)

ادے پور کے راجہ جسونت سنگھ کے مخاصمانہ رویوں اور سخت ترین عناد کے باوجود اورنگ زیب کا اس کے ساتھ حسن سلوک

۱۔ عالمگیر جب دکن سے اکبر آباد کو چلا تو داراشکوہ کی طرف سے جسونت سنگھ ایک فوج گراں لئے ہوئے اوجین میں پڑا تھا، عالمگیر نے نہایت الحاح سے کہلا بھیجا کہ میں صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جاتا ہوں تم سد راہ نہ ہو لیکن جسونت سنگھ نے نہ مانا

اور سخت معرکہ ہوا، جسونت نے شکست کھائی اور بھاگ نکلا، عالمگیر پر جب چتر حکومت سایہ فگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگھ نے عفو قصور کی سلسلہ جنبانی کی اور عالمگیر نے فیاض دلی سے معاف کر دیا۔

۲- شجاع سے (عالمگیر کا بھائی) جب معرکہ پیش آیا تو عالمگیر نے جسونت سنگھ کو فوج براتعار کا افسر مقرر کیا۔ لیکن جسونت سنگھ نے پہلے سے مرزا شجاع سے سازش کر لی تھی، چنانچہ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے مقابل پڑی ہوئی تھیں تو جسونت سنگھ رات کے پچھلے پہر دفعتہً اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکل کر شجاع کی طرف چلا، اس کی فوج نے شاہی اسباب وخزانہ پر دست درازی کی اور اس قدر برہمی ہوئی کہ عالمگیر کی کل فوج میں سے نصف کے قریب جسونت سنگھ کے ساتھ ہو کر شجاع سے جا ملی، یہ ایسا نازک موقع تھا کہ اس کے سنبھالنے کے لئے صرف عالمگیر کا دل ودماغ درکار تھا، عالمگیر کی جبین استقلال پر شکن تک نہیں پڑی اور اس بے سروسامانی پر بھی میدان اس کے ہاتھ رہا چند روز کے بعد جسونت سنگھ کا جب کہیں ٹھکانہ نہ رہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا۔ عالمگیر نے فیاض دلی سے کام لیا۔ اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا، عالمگیر نے غائبانہ اس کا منصب اور خطاب وجاگیر بحال کر کے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کر دیا اور وقتاً فوقتاً اس کو بڑی بڑی مہمات پر مامور کیا۔

رانا ادے پور اور اورنگ زیب عالمگیر

واقعہ یہ ہے کہ جودھ پور اور اودے پور دونوں ریاستوں کو عالمگیر کی فوجوں نے پامال کر دیا اور مہارانا اودے پور اپنے مقر سے بھاگ کر انتہائے سرحد تک پہنچ گیا، آخر جب ہر طرح سے مجبور ہوا تو شاہزادہ محمد اعظم کے ذریعہ سے سفارش کرائی پرگنہ ماندل پور اور بدھنور جزیہ کے عوض میں دینے منظور کئے عالمگیر نے پھر اپنی فیاض دلی سے کام لیا اور ۲۴ جلوس میں جب رانا دربار میں حاضر ہوا تو خلعت وخطاب اور پنج ہزاری منصب عطا کیا۔

عالمگیر اورنگ زیب کی فوج میں راجپوتوں اور راناؤں کی نمائندگی

واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوتوں کے بڑے بڑے راجہ ومہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر کے ساتھ فوجی مہمات میں شریک رہے اور مرہٹوں کے پامال کرنے میں وہ مسلمان افسروں کے داہنے ہاتھ تھے، راجپوتوں کی اصلی طاقت جودھ پور، جے پور، اودے پور کے دو شاہزادے خود عالمگیر کی فوج میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے، اور اخیر وقت تک ساتھ رہے چنانچہ ۴۳ جلوس میں ان میں سے اندر سنگھ کو دو ہزاری اور بہادر سنگھ کو یک ہزاری و پانصدی کا منصب عطا ہوا۔ یہ دونوں مہارانا راج سنگھ کے بیٹے تھے جس نے ۲۵ جلوس میں وفات پائی تھی۔ اور اس کے مرنے پر اس کے بیٹے رانا جے سنگھ کو عالمگیر نے خلعت ماتم عطا کیا تھا۔ اندر سنگھ جو جسونت سنگھ رئیس جودھ پور کا عزیز تھا۔ جسونت کے انتقال کے بعد عالمگیر نے اس کو راجہ کا خطاب دیا اور دکن کے مہمات پر مامور کیا۔ اس نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمت انجام دی۔ چنانچہ ۴۸ جلوس میں اس کو سہ ہزاری منصب ملا۔

مان سنگھ راٹھور جس کو سہ ہزاری کا منصب حاصل تھا ۳۵ جلوس عالمگیری میں ذوالفقار خاں کے ساتھ دکن کی سب سے مشہور چنجی کی مہم پر مامور ہوا۔ جے پور کے رئیسوں کی وفاداری یورپین مورخوں نے بھی تسلیم کی ہے۔

ماثر الامرا میں اور بہت سے راجپوت راجاؤں اور رئیسوں کے تفصیلی حالات درج ہیں جو عالمگیر کے ساتھ دکن کی مہمات میں شریک تھے اور نہایت جانبازی اور وفاداری کے ساتھ خود اپنے ہم مذہب مرہٹوں سے لڑتے تھے۔ شکیبی شاعر نے اکبر کے زمانے میں کہا تھا۔

چناں در عہد او   کہ ہندو می زند شمشیر اسلام

اس کے عہد میں یہ حال ہوا کہ ہندو اسلام کی تلوار چلا رہے

ہیں۔ یہ شعر نہ صرف اکبر بلکہ عالمگیر کے زمانے میں سچ تھا، اور اگر آج اسلامی سلطنت ہوتی تو آج بھی سچ ہوتا۔

اکبر اور داراشکوہ کی حد سے بڑھی ہوئی اور غیر معقول رواداری کا جو نتیجہ برآمد ہوا اس کا ایک پہلو یہ بھی تھا

اب غور کرو کہ وہ ہندو جن کو اکبر شریک سلطنت کر چکا تھا جو جہانگیر کے زمانے میں مسلمانوں کے مال سے بت خانے تعمیر کرتے تھے جو شاہجہان کے عہد میں مسجدوں کو توڑ کر بت خانے بنواتے اور مسلمان عورتوں سے بہ جبر نکاح کرتے تھے جو اپنے پاٹ شالوں میں مسلمان بچوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ خود عالمگیر کے عہد حکومت میں اس کی تخت نشینی کے بارہویں سال تک یہ طریقہ جاری رہا (تفصیل آگے آئے گی) اب داراشکوہ کے سایہ حمایت میں ان کے زور وقوت تسلط واقتدار، جبر وتعدی، جور وستم کا مقیاس الحرارت کس درجہ تک پہنچا ہوگا۔ یاد رکھو یہی ہنود تھے جن سے عالمگیر کو سابقہ پڑا تھا۔

(مگر اس کے باوجود ظلم وزیادتی کے خاتمے اور عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے کے سوا اس کی رواداری اور وسعت قلبی میں کوئی فرق نہیں پڑا جس کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ اس کے آخر عہد تک بڑے بڑے ہندو راجہ مہاراجہ اس کے ساتھ تھے اور اس کی فوج کے بڑے بڑے عہدیدار ہندو تھے)

عالمگیر اورنگ زیب کے ہندو عہدیداروں کی فہرست

ذیل میں اورنگ زیب کے ہندو عہدیداروں کی ایک فہرست پیش کی جا رہی ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ اپنی ملکی سیاست میں اس کا رویہ کیا تھا۔ نیز اس کے متعلق جس تعصب کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اس سے اس خیال کی تردید بھی ہوگی۔

۱- یہ فہرست سرسری طور سے ماثر عالمگیری سے تیار کی گئی ہے جو عالمگیر کے حالات میں سب سے مقدم تاریخ ہے۔

۲- صرف ان عہدہ داروں کو لیا ہے جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے۔ عام عہدہ داروں اور اہل فوج کا ذکر نہیں۔

۳- صرف ان عہدہ داروں کو لیا ہے جو اس زمانے کے بعد مقرر ہوئے ہیں۔ یا اس کے بعد تک رہے ہیں۔ جب سے عالمگیر کے تعصب کے ظہور کا وقت بیان کیا جاتا ہے۔

۴- ان عہدہ داروں میں اکثر مرہٹوں کی مہم میں شریک رہے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اکبر کے زمانے میں ہندو مسلمانوں کے ساتھ ہو کر خود اپنے ہم مذہبوں سے لڑتے تھے۔ عالمگیر کے عہد تک یہ طریقہ قائم رہا۔

۵- ان میں بعض آنریری عہدہ دار تھے، اور فخر کے لحاظ سے عہدہ قبول کرتے تھے۔

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سند تقرر، یا اضافہ عہدہ، یا عطائے منصب (سنہ جلوس عامگیری مراد ہے)
راجہ بھیم سنگھ	راج سنگھ مہارانا اودے پور کا بیٹا اور مہاراجے سنگھ کا بھائی تھا	سنہ 31 جلوس عالمگیری میں دکن آیا اور برہان پور کی مہم میں شریک ہوا۔ ۳۸ میں پنج ہزاری کے منصب تک پہنچ کر مر گیا۔
اندر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اودے پور کا بھائی تھا	سنہ 43 میں دو ہزاری ہوا سنہ 48 میں سہ ہزاری پر اضافہ ہوا
بہادر سنگھ	====	سنہ 43 میں یک ہزار و پانصدی ہوا
راجہ مان سنگھ	پسر راجہ روپ سنگھ	سنہ 26 میں ماندل (۵۲) پورو بدھنور کا فوجدار مقرر ہوا۔ سنہ 43 میں سہ ہزاری تک پہنچا۔

اچلاجی	شیواجی کا داماد تھا	سنہ 29 میں پنج ہزاری منصب وعلم ونقارہ وغیرہ ملا۔
ارجوجی	سنبھا (پسر شیواجی) کا عمزاوہ بھائی تھا	سنہ 38 میں منصب دو ہزاری ملا۔
مانکوجی	سنبھا کے نوکروں میں تھا	سنہ 31 میں منصب دو ہزاری ملا۔
راؤانواب سنگھ	پسر راؤ کرن	سنہ 31 میں خلعت ملازمت ملا۔
راجہ انوپ سنگھ	X	سنہ 31 میں سکری کا قلعہ دار مقرر رہوا۔
راجہ اودیت سنگھ	X	سنہ 36 میں ایرج کا فوجدار اور دوونیم ہزاری ہوا۔
اودے سنگھ	قلعہ کھیلنا کا قلعہ دار تھا۔	سنہ 47 میں سہ ہزار و پانصدی ہوا۔
باسدیو سنگھ	جندن کرا کا زمیندار تھا۔	سنہ 49 میں سہ ہزاری ہوا۔
کانھوجی سرکیہ	X	پہلے پانچ ہزاری تھا سنہ 49 میں ایک ہزار کا اضافہ ہوا۔
ستر سال بوندیلہ	X	سنہ 44 میں قلعہ تارا کا قلعہ دار رہوا۔
بشن سنگھ	پسر کنور کشن سنگھ پسر راجہ رام سنگھ	سنہ 25 میں ہزاری و چارصد سوار ہوا۔
رام چند	کھنالون کا تھانہ دار تھا	سنہ 40 میں دوونیم ہزاری ہوا۔
ملوک چند	نائب وملازم شاہزادہ اعظم شاہ	سنہ 29 میں بہار سنگھ کے شکست دینے کے صلہ میں رائے رایان کا خطاب ملا
بہا کو بخاری	X	سنہ 42 میں پنج ہزاری منصب ملا۔
چکیا	نصرت آباد کا ویمکھ تھا	سنہ 50 میں سہ ہزاری ہوا۔
درگداس راٹھور	X	سنہ 29 میں سہ ہزاری کا منصب پھر بحال ہوا۔
سروپ سنگھ	ولد راجہ اودت سنگھ	سنہ 41 میں یک ہزاری منصب پر ترقی ہوئی۔
سوبھان	ستارا کا قلعہ دار تھا	سنہ 43 میں پنج ہزاری منصب مع خلعت ونقارہ وغیرہ۔
شیو سنگھ	راہری کا قلعہ دار تھا	سنہ 47 میں یک ونیم ہزاری ہوا۔
ماندھاتا	پسر راؤ کانھو متعینہ فوج نصرت جنگ	سنہ 51 میں قلعہ مہمت کی تسخیر پر مامور رہوا۔
کشور داس	ولد منوہر داس گور	سنہ 26 میں شولا پور کا قلعہ دار ہوا۔
راجہ کلیان سنگھ	بھداور کا زمیندار تھا	سنہ 40 میں حاضر دربار ہو کر ہفت صدی پر دوصدی کا اضافہ ہوا۔

اس فہرست میں بعض اور باتیں لحاظ کے قابل ہیں، سب سے مقدم یہ کہ اس میں مہارانا اودے پور کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہیں، اور اس سے عجیب تر یہ کہ شیوا جی کے متعدد عزیز اور رشتہ داروں کے نام نظر آتے ہیں، حالات پڑھو تو معلوم ہوگا کہ صرف نام کے عہدہ دار نہ تھے، بلکہ معرکوں میں حیرت انگیز جانفشانیاں دکھاتے تھے، ان عہدہ داروں میں ہر قسم کے عہدہ دار ہیں، یعنی فوجی بھی، ملکی بھی، غور کرو، فوجوں کی افسری، قلعوں کی قلعہ داری، اضلاع کی نظامت وفوجداری، ان سے بڑھ کر ذمہ داری اور اعتماد کے کیا عہدے ہوسکتے ہیں۔ یہ سب عہدے ہندوؤں کو حاصل تھے۔

اورنگ زیب کی عدل گستری اور انصاف پروری کے کچھ خاص پہلو

اورنگ زیب نے اپنی سلطنت کو مستحکم کرنے کے بعد ملکی انتظامات میں جو اصلاحات کی تھیں وہ اس کی حسن تدبیر، رعایا پروری اور عدل گستری کی روشن دلیلیں ہیں۔ ذیل میں اس کا ایک ہلکا سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ تمام سلاطین کے زمانے میں مالگذاری کے علاوہ بیسیوں ناجائز ٹیکس اور محصول جاری تھے جن کی مجموعی تعداد۔ مالگذاری کے برابر پہنچ جاتی تھی مثلاً چنگی پاندری امکان کا ٹیکس سرشاری۔ برشاری۔ برگدی۔ طوغانہ۔ جرمانہ۔ شکرانہ وغیرہ وغیرہ ان محصولوں کی تعداد اسی تک پہنچی تھی اور ان کی آمدنی جیسا کہ خافی خاں نے لکھا ہے کروڑوں سے زیادہ تھی عالمگیر نے یہ تمام محاصل یک قلم موقوف کر دیئے۔

۲۔ اکبر کے زمانے میں مالگذاری اور خراج کا جو دستور العمل مرتب ہوا تھا۔ اس کی پھر تجدید اور ترمیم کبھی نہیں ہوئی عالمگیر نے اپنے زمانے میں ترمیم واصلاح کر کے ایک جدید دستور العمل تیار کیا چنانچہ ہمارے ایک بنگالی دوست جادو ناتھ سرکار پروفیسر پٹنہ کالج نے اس کو مع انگریزی ترجمہ کے ایشیا ٹک سوسائٹی کلکتہ کے جنرل میں چھاپا ہے ہم تطویل کے لحاظ سے اس کو نقل نہیں کرسکتے۔ اس موقع پر یہ ظاہر کرنا مناسب ہوگا کہ عالمگیر کے زمانے میں محاصل سلطنت اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ اکبر اعظم کے عہد سے اس وقت تک کبھی نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ ہم عہد بہ عہد کی تفصیل لکھتے ہیں:

- **اکبر**

ایک کروڑ نوے لاکھ پونڈ

- **شاہ جہان**

دو کروڑ ستائیس لاکھ پچاس ہزار پونڈ

- **عالمگیر**

چار کروڑ پونڈ یعنی ساٹھ کروڑ روپیہ

عالمگیر کے حدود حکومت میں جو اضافہ ہوا تھا وہ حیدر آباد، بیجاپور، آسام، چاٹگام اور تبت تھا لیکن ان تمام ممالک کی آمدنی دس بارہ کروڑ سے زیادہ نہیں ہوسکتی تھی باقی جو اضافہ ہے وہ بندوبست کی خوبی اور ملک کی آبادی کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ عالمگیر کے زمانے تک یہ عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی عہدہ دار سلطنت مرجاتا تھا۔ تو اس کی تمام جائداد اور اسباب ضبط ہو کر شاہی خزانے میں داخل ہوجاتا تھا۔ اگر چہ یہ قاعدہ جیسا آج ظالمانہ نظر آتا ہے اس زمانے میں نہ تھا۔ اور درحقیقت بعض خاص مصالح پر مبنی تھا۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ طریقہ بہت سی برائیوں اور بے رحمیوں کا سرچشمہ بن گیا تھا۔ عالمگیر نے اس قاعدے کو سرے سے موقوف کر دیا۔ (ماثر عالمگیری ص ۵۳۱)

خافی خاں اور لین پول بھی اصل واقعہ سے انکار نہیں کرتے لیکن کہتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل کم ہوتی تھی کیونکہ عالمگیر کے امراء اس کے احکام کی پوری تعمیل نہیں کرتے تھے۔ اس کا فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے۔

۴۔ سب سے بڑا کام جس سے شاید دنیائے اسلام کی تاریخ

خالی ہے یہ ہے کہ بادشاہ وقت کے مقابلے میں اگر کوئی شخص داد رسی چاہے تو نہ اس کی مجال تھی نہ اس کا کوئی قاعدہ مقرر تھا۔ عالمگیر نے 1082ء میں یہ فرمان نافذ کیا کہ تمام اضلاع میں سرکاری وکیل مقرر کئے جائیں اور عام منادی کرادی جائے کہ جس کسی کو بادشاہ پر کوئی دعویٰ ہو پیش کرے اور سرکاری وکیل اس کی جواب دہی کرے اور اس کا حق ثابت ہو تو سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ وصول کرے۔ (خافی خان ص ۲۴۹)

۵- ملک اور رعایا کی حالت دریافت کرنے کے لئے پرچہ نویسی اور واقعہ نگاری کے صیغے کو نہایت وسعت دی اگر چہ اس میں شبہ نہیں کہ یہ محکمہ خطرے سے خالی نہیں۔ اگر چہ پرچہ نویس خودغرض اور راشی ہوں تو ان سے بڑھ کر کوئی چیز ملک کے برباد کرنے والی نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ملک کے ایک ایک جزئی واقعہ سے واقف ہونے کا کوئی ذریعہ اگر ہے تو یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو خلفا اور سلاطین مثلاً عمر فاروقؓ، مامون الرشید، ناصر الدین اللہ عدل اور انصاف کے نمونے تھے سب نے یہ محکمہ قائم کیا تھا۔ اور اس کو نہایت وسعت دی تھی۔ البتہ بڑی احتیاط سے اس کے متعلق کام لیتے تھے عالمگیر بھی نہایت احتیاط برتتا تھا اور اس کے خطرات سے بخوبی واقف تھا....

پرچہ نویسی کے انتظام کی بدولت ہندوستان جیسے وسیع ملک کے ایک ایک کونے کی خبر عالمگیر کو پہنچتی تھی۔ اس کے عہد کی یہ مخصوص بات ہے کہ وہ جس قدر رعایا کی اصلی حالت سے خبر رکھتا تھا اور ان کی آسائش وآرام کا انتظام کرتا تھا کسی سلطنت میں اس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے اس کے رقعات پڑھو۔ شہزادوں۔ صوبہ داروں عالموں کی ایک ایک فروگذاشت کو پکڑتا ہے اور واقعہ نگار کا حوالہ دیتا ہے، ہزاروں کوس پر کسی سوداگر یا کسی راہ چلتے کی کوئی چیز ضائع ہوجاتی ہے تو فوراً اس کو خبر لگ جاتی ہے اور وہاں کے عامل سے باز پرس کرتا ہے۔

۶- عالمگیر کی تاریخ حکومت کا سب سے حیرت انگیز واقعہ اس کا کلیات اور جزئیات پر یکساں حاوی اور باخبر ہونا ہے وہ ایک طرف تو ایسے بڑے بڑے مہمات میں مصروف رہتا تھا۔ جن سے دم لینے کی مہلت بھی نہیں مل سکتی تھی، دوسری طرف چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اس کی آگہی سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ اور وہ ان کو بھی اسی توجہ اور غور رسی سے انجام دے سکتا تھا۔

الفنسٹن صاحب سے زیادہ عالمگیر کا کوئی دشمن نہیں گزرا ہے ان کو بھی مجبوراً لکھنا پڑا:

''وہ خود تن تنہا اپنی حکومت کی ہر شاخ کی کارگذاری جزوی کاموں کے لحاظ وحیثیت سے کرتا رہا۔ لشکر کشیوں کے نقشے سوچتا تھا۔ لشکر کشیوں کے زمانے میں ہدایتیں جاری کرتا تھا۔ سردار اس کے قلعوں کے نقشے بہ این مقصود اس کے خدمت میں ارسال کرتے تھے کہ حملوں کے مقاموں کو مقرر کرے اس کے رقعوں میں پٹھانوں کے ہموار ملکوں میں سڑکوں کو جاری کرانے اور ملتان۔ آگرے کے فسادوں کو ڈھانے بلکہ قندھار کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیریں مندرج پائی جاتی ہیں اور اسی عرصہ میں فوج کا کوئی ٹکڑا یا بار برداری کی کوئی رسد نہ تھی جس کا کوچ مقام دکن سے ایسے حکموں کے بدون پایا جائے جن میں سے تھوڑے بہت حکموں کو اورنگ زیب نے خاص اپنے ہاتھوں سے جاری نہ کیا ہو ضلع کی مالگذاری کے ادنیٰ افسر کا تقرر یا کسی دفتر کے کسی محرر کا انتخاب اپنی توجہ فرمائی کے نامناسب نہ سمجھتا تھا اور سارے کارگزاروں کی کارگذاری کی نگرانی جاسوسوں اور آنے جانے والوں کے ذریعہ سے کرتا تھا اور ایسی خبروں کی اصل وبنیاد پر ہمیشہ فہمائش اور ہدایتوں کے وسیلے سے ان کو آگاہ اور خبردار رکھتا تھا۔ مگر تفصیل جزئیات پر ایسے ذوق شوق سے ملتفت ہونا جیسے کہ ہوشیاری اور بیدار مغزی کی دلیل ہے ویسی ہی کام کاج کی اصلی ترقی اور اجرائے کار کی ذاتی عروج کے لئے چنداں مفید نہیں مگر'' جو کہ اورنگ زیب کی ذات وطبیعت میں التفات جزئیات کے ساتھ بڑی چابکی وچالا کی سلطنت کے عمدہ

عمدہ کاموں میں بھی پائی جاتی تھی۔تو اس سے طبیعت کی آمادگی اور نہایت گرمجوشی ایسی معلوم ہوتی ہے جو ہر زمانے میں بڑی عجیب وغریب سمجھی جاتی ہے۔ (ترجمہ تاریخ الفنسٹن ص ۱۱۱۹-۱۱۲۰)

۷۔ ایشیائی سلطنتیں اس بات میں ہمیشہ بدنام رہیں کہ عمال اورعہدہ دار اکثر رشوت خوار ہوتے تھے اس رشوت خواری کے اسباب میں سے بہت بڑا قوی سبب پیشکش اور نذرانہ کی رسم تھی یعنی تمام وزراء، امرا، اعمال سالانہ جشن میں بادشاہ کو نہایت گراں قیمت نذرانے پیش کرتے تھے۔یہ نذرانے اکثر لوگوں کو سالانہ تنخواہ کے قریب قریب برابر پڑ جاتے تھے۔اس بنا پر ان لوگوں کو اس نقصان کی تلافی کے لئے خواہ مخواہ رعایا سے رشوت لینی پڑتی تھی۔ جہانگیر اپنی توزک میں ان نذرانوں کا ذکر بڑے لطف اور مسرت کے لہجے میں کرتا ہے۔اور ایک ایک چیز کی تفصیل لکھتا ہے۔بعض نذرانوں کی تعداد کروڑ سے زاید پہنچ گئی ہے۔ اگرچہ اس کے مقابلے میں بادشاہ بھی بے شمار انعامات و اکرامات کرتا تھا۔لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان انعامات سے نذرانوں کا پورا بندوبست ہوجاتا تھا۔ اس کے علاوہ انعامات اکثر نقد کی صورت میں نہیں ہوتے تھے اور نذرانے میں جو چیزیں پیش کی جاتی تھیں خرید کر مہیا کرنی پڑتی تھیں۔ بہرحال یہ قطعی ہے کہ یہ نہایت برا طریقہ تھا اور سینکڑوں مفاسد اس سے پیدا ہوتے تھے۔ عالمگیر نے اس طریقہ کو بالکل بند کردیا۔

۸۔ عالمگیر کے عہد حکومت کا سب سے بڑا روشن کارنامہ اس کا عدل وانصاف ہے۔عزیز وبیگانہ، غریب وامیر، دوست دشمن کی کچھ تمیز نہ تھی ایک رقعہ میں خود لکھتا ہے کہ معاملات انصاف میں شہزادوں کو میں عام آدمیوں کے برابر سمجھتا ہوں۔یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ غیروں نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔

● لین پول صاحب عالمگیر کے سوانح میں لکھتے ہیں:

اووِنگٹن جس کی ذاتی سند تو چنداں قابل اعتبار نہیں۔لیکن جس نے اپنی رائے ایسے نکتہ چینوں کی تحریر سے اخذ کی جس کو اورنگ زیب کی ذرا بھی پاسداری نہ تھی۔یعنی یہ نکتہ چین، بمبئی اور سورت کے تاجر ہیں کہتا ہے مغل اعظم عدل کا دریائے اعظم ہے۔ ججے تلے انصاف سے عموماً تجویز کرتا ہے کیونکہ شہنشاہ کے حضور میں سفارش، امارت اور منصب کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی اورنگ زیب اس مستعدی سے بات سنتا ہے جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی۔

● ڈاکٹر کاریری نے بھی جس نے اورنگ زیب کو بمقام دکن 1695ء میں دیکھا تھا اس کا یہی چال چلن بیان کیا ہے۔(ترجمہ لین پول ص ۷۵-۷۶)

● ایک اور موقع پر لین پول لکھتا ہے:

سیاحوں کی مخالفانہ نکتہ چینیاں اورنگ زیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک ہیں۔ جب تک وہ شہزادہ تھا لیکن وہ سیاح جس وقت اس کے زمانہ شہنشاہی کا حال لکھتے ہیں تو سوائے کلمات تحسین اور کچھ نہیں لکھتے۔ اس کے پچاس برس کی دراز حکومت میں ایک ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں ہے حتیٰ کہ ہندوؤں کے ستانے میں بھی جو اس کی دینداری کا ایک جزو تھا (یہ محض ان کا متعصّبانہ طرز فکر ہے جو اکثر یورپین مورخین کا طرۂ امتیاز ہے، وہ اگر کسی مسلم حکمراں کی کوئی کوتاہی دیکھ لیتے ہیں تو جھٹ اسے اس کے دین اور اسلام کی طرف منسوب کردیتے ہیں اور اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے ظلم وبربریت کی اندوہ ناک کہانیوں کو شخصی تصرفات پر محمول کرتے ہیں) سب کو تسلیم ہے کہ کوئی قتل یا جسمانی تکلیف رسانی نہیں پیش آئی۔(ترجمہ لین پول صاحب ص ۵)

● عالمگیر نے اپنی زندگی کا مقصد سلطنت کے جاہ وجلال، شان وشوکت، ناز ونعم کے بجائے صرف رعایا کی خدمت اور راحت رسانی قرار دیا تھا۔ وہ انتہائے پیری تک۔ دربار میں کھڑے ہوکر رعایا کی عرضیاں لیتا تھا اور خود اپنے ہاتھ سے ان پر حکم لکھتا تھا۔ڈاکٹر جیلی کریری نے اٹھتر برس کی عمر میں عالمگیر کو دیکھا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ:

وہ صاف وسفید ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیروں کے جھرمٹ میں کھڑا ہوا تھا اور اس کی پگڑی میں بڑا ٹکڑہ زمرد کا ٹنکا ہوا تھا۔ دادخواہوں کی عرضیاں لیتا جاتا تھا اور بلا عینک پڑھ کر خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا اور اس کے ہشاش بشاش چہرے سے صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شاداں وفرحاں ہیں۔ (تاریخ ترجمہ الفنسٹن مطبوعہ علی گڑھ ص ۱۳۳)

● وہ دن میں دوتین دفعہ دربار عام کرتا تھا اور مطلق کسی کی روک ٹوک نہ تھی ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی جو چاہتا تھا کہتا تھا اور عالمگیر نہایت توجہ سے سنتا تھا۔ (ماثر عالمگیری ص ۵۲۷) مرزا کام بخش عالمگیر کا نہایت چہیتا بیٹا تھا۔ اس کے کوکہ پر قتل کا الزام قائم ہوا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ عدالت میں تحقیقات کی جائے۔ کام بخش نے اس کی حمایت کی۔ عالمگیر نے دربار میں کام بخش کو بلا بھیجا۔ کام بخش اس کو بھی ساتھ لاتا تھا اور اپنے آپ سے جدا نہیں کرتا تھا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ کام بخش بھی کوکہ کے ساتھ قید کیا جائے چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔

● سنہ 17 جلوس مطابق 1085ھ میں حسن ابدال کے سفر میں عالمگیر نے ایک دن ایک باغ میں قیام کیا دیوار کے نیچے ایک بڑھیا کا مکان تھا بڑھیا کی ایک پن چکی تھی جس میں باغ سے پانی آتا تھا۔ سرکاری آدمیوں نے پانی روک دیا اور پن چکی بند ہوگئی۔ عالمگیر کو خبر ہوئی اسی وقت پانی کھلوادیا۔ رات کو جب خاصہ پر بیٹھا تو دوقاب کھانے کے اور ۵/اشرفیاں شیخ ابوالخیر کو دیں کہ جاکر بڑھیا کو دو اور میری طرف سے معذرت کرو کہ افسوس ہمارے آنے کی وجہ سے تم کو تکلیف ہوئی تم معاف کردو۔ صبح ہوئی تو پالکی بھیج کر بڑھیا کو بلوایا اور حرم میں بھیجا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ بڑھیا کی دو بن بیاہی بیٹیاں اور دو بچے ہیں۔ دو سو روپے عنایت کئے۔ مستورات نے اس کو زروجواہر سے مالا مال کردیا۔ دوتین دن کے بعد پھر بلوایا اور لڑکی کی شادی کے لئے دو ہزار روپے عنایت فرمائے۔ بیگمات اور شہزادوں نے روپے اور اشرفیاں برسادیں یہاں تک کہ چند روز کے بعد بڑھیا اچھی خاصی امیر ہوگئی۔ (حوالہ مذکور ص ۱۳۲-۱۳۴)

● درشن کے طریقے کو اس نے نہایت سختی سے بند کیا تھا۔ لیکن یہ اجازت دی کہ کوئی دادخواہ آئے تو اس کی عرضی رسی میں باندھ کر اوپر پہنچادی جائے۔ (حوالہ مذکور ص ۱۹۵)

اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں لیکن ایک آرٹیکل میں یہ تمام کارنامے نہیں سما سکتے۔

عالمگیر کے واقعات پڑھو ہر ہر سطر میں نظر آتا ہے کہ کس تاکید، کس اہتمام، کس شفقت سے انصاف رسانی کے متعلق احکام اور فرامین بھیجتا رہتا ہے اور دل سے لگی ہے کہ ایک شخص کا بھی بال بیکا نہ ہونے پائے.....

● عالمگیر نے مختلف قوموں پر صاف صاف اپنے طریقے عمل سے جتا دیا کہ بادشاہ ایک معمولی آدمی ہے اس کے حقوق عام لوگوں کے برابر ہیں سنہ 16 جلوس مطابق 1083ھ میں عالمگیر بقرعید کی نماز کو جارہا تھا۔ واپسی میں ایک شخص نے لکڑی پھینک کر ماری جو عالمگیر کے زانو پر آلگی۔ گرز بردار اس کو گرفتار کرکے لائے عالمگیر نے کہا چھوڑ دو۔ (ماثر عالمگیری)

سنہ 30 جلوس میں جب وہ جامع مسجد سے واپس آرہا تھا ایک شخص تلوار علم کئے ہوئے اس کی طرف دوڑا۔ لوگوں نے گرفتار کرلیا۔ اور قتل کردینا چاہا۔ عالمگیر نے روکا اور ۸ یومیہ اس کا روزینہ مقرر کردیا۔ (ماثر عالمگیری)

یہ واقعہ کسی اور بادشاہ کے ساتھ پیش آتا تو مجرم کے ٹکڑے اڑا دیئے گئے ہوتے۔

● سلاطین سابق کے زمانے میں بادشاہ کی جیب خرچ کے لئے کروڑوں روپے آمدنی کے علاقے مخصوص ہوتے تھے جن سے بادشاہ کے مصارف ادا ہوتے تھے۔ عالمگیر نے چند گاؤں اور چند نمک ساز اپنے مصارف کے لئے مخصوص کر لئے تھے۔ باقی کو بیت المال قرار دیا۔ (ماثر عالمگیری ۵ ۹۳)

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت وجماعت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے وفد کا یوپی دورہ

دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی طرف سے دو ماہ قبل ملک کے مختلف حصوں میں آئے سیلاب کی تباہی سے متاثرین تک ممکنہ حد تک فوری ریلیف پہنچائی گئی تھی۔ اسی سلسلے میں ایک وفد نے یوپی کے کئی متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور سیلاب زدگان کی مالی مدد کے ساتھ انہیں ایمان وعقیدے کی حفاظت کی تلقین بھی کی۔

۲۶/اکتوبر کو یہ وفد امیر محترم **شیخ عبدالسلام سلفی** حفظہ اللہ کی قیادت میں ممبئی سے روانہ ہوا وفد میں جناب **عبدالحمید خاں** بھیونڈی (نائب امیر صوبائی جمعیت) **شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی** (نائب ناظم صوبائی جمعیت) جناب **مقصود علاؤالدین سین** (ناظم ضلعی جمعیت رتنا گیری) جناب **منور پٹھان** (روہا، رائے گڑھ) جناب **یسین دلوی** (چپلون، رتنا گیری) شامل تھے۔

۲۶/اکتوبر کی شام یہ وفد لکھنؤ پہنچا لکھنؤ میں علامہ عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ کے قائم کردہ ادارہ معہد علی بن ابی طالب کی زیارت کی موجودہ ذمے داران واساتذہ سے ملاقات کی۔ بعد صلوٰۃ عشاء امیر محترم نے طلبۂ معہد سے مختصر خطاب کیا۔

رات ہی کو یہ وفد نوگڈھ کے لئے روانہ ہوا۔ ۲۷/اکتوبر کی صبح نوگڈھ سے قریب شیخ عبدالسلام سلفی کے گاؤں پہنچا۔ بنیادی ضرورتوں سے فارغ ہوکر یہ وفد واپس نوگڈھ آ گیا۔ نوگڈھ میں معہد الرشد (بدر) کی جامع مسجد میں امیر محترم کا خطبہ جمعہ ہوا۔ وہاں مختلف ذمے داران سے ملاقات اور ریلیف کے متعلق مشوروں کے ساتھ معہد عبداللہ بن مسعود کٹیا، بشن پور کا دورہ کرتے ہوئے وفد اپنی قیام گاہ پہنچا۔

۲۸/اکتوبر کی صبح صبح وفد نے سیلاب سے متاثرہ کئی ایک گاؤں کا دورہ کیا اور انھیں ممکنہ تعاون پہنچاتے ہوئے جامعہ اسلامیہ خیر العلوم ڈومریا گنج پہنچا وہاں ضلعی جمعیت سدھارتھ نگر کے امیر شیخ محمد ابراہیم مدنی اور ناظم اعلیٰ شیخ عبدالمنان سلفی جامعہ کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عبدالباری صاحبان نے جامعہ کے اسمبلی ہال میں وفد کا خیر مقدم کیا۔ ہال میں ایک مختصر مگر باوقار پروگرام ہوا پروگرام کی نظامت شیخ محمد ابراہیم مدنی نے فرمائی۔ جس میں شیخ عبدالحکیم مدنی اور شیخ عبدالسلام سلفی نے خطاب کیا اساتذہ وطلبہ کی بڑی تعداد شریک پروگرام رہی۔ جامعہ میں سیلاب متاثر طلبہ کو ریلیف پہنچاتے ہوئے وفد جامعہ اسلامیہ اکبر پور جمنی کے لئے روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر شیخ عبدالحکیم مدنی نے طلبہ کو مختصر نصیحت فرمائی ان میں متاثرین کی مدد کرتے ہوئے وفدرات کو اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔

۲۹/اکتوبر کو یہ وفد جامعہ دارالہدیٰ یوسف پور پہنچا وہاں نمونہ سلف مولانا محمد ابراہیم رحمانی اور فاضل جماعت مولانا عبدالرحیم امینی حفظہم اللہ سے ملاقات ہوئی۔ جامعہ کی وسیع مسجد میں بعد صلوٰۃ ظہر طلبہ وحاضرین سے مختصر خطاب کے بعد سیلاب متاثر طلبہ کو تعاون دے کر وفد علاقے کے مختلف تعلیمی ودعوتی اداروں کی زیارت کے لئے نکل گیا۔

۳۰/اکتوبر کو وفد دوپہر میں جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال پہنچا وہاں کے ذمے داران واساتذہ سے ملاقات کے بعد جامعہ کی جامع مسجد میں ایک مؤقر پروگرام ہوا۔ جس میں شیخ عبدالسلام سلفی اور شیخ عبدالحکیم مدنی نے خطاب کیا پروگرام کی نظامت ناظم ضلعی جمعیت شیخ عبدالمنان سلفی نے کی پروگرام کے بعد اسی مجلس میں متاثر طلباء کی امداد کی گئی۔ یہاں سے فارغ ہوکر وفد مشہور قلمکار بزرگوار جماعت مولانا عبدالرؤف ندوی کی عیادت کے لئے تلشی پور پہنچا۔ مزاج پرسی کے ساتھ مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال ہوا شیخ نے اپنی بروقت موجودہ مطبوعات ارکان وفد کو ہدیہ کیں۔ فجزاه الله خیرا۔

۳۱/اکتوبر کی صبح یہ وفد ضلع کے مشہور جامعات کی زیارت وہاں سیلاب متاثرین اساتذہ وطلبہ کی مدد کے لئے نکلا۔ وفد پہلے الفاروق اٹوا پہنچا وہاں اساتذہ وذمے داران ادارہ شیخ شمیم سلفی، شیخ شبیر احمد مدنی وعبدالمعین مدنی سے اچھی ملاقات رہی ادارہ کی جملہ سرگرمیوں سے واقفیت ہوئی۔ ندوۃ السنۃ اٹوا سے نکل کر وفد ڈومریا گنج پہنچا وہاں حافظ دلشاد محمدی شامل وفد ہوگئے جو اس اثناء میں گاؤں میں تھے۔

شیخ عبدالواحد مدنی کا قائم کردہ ''صفا شریعت کالج ڈومریا گنج دیکھتے ہوئے وفد جامعہ اسلامیہ دریاباد پہنچا جامعہ کے مسئولین اور مشائخ شیخ عتیق اثر ندوی، شیخ ابوجعفر ہندی، حافظ عبدالسمیع مدنی وغیرہم سے ملاقات اور مختلف شعبوں کی زیارت کا موقع ملا۔ بعد صلوٰۃ مغرب حافظ دلشاد محمدی نے مختصر خطاب کیا۔ وہاں بھی کچھ سیلاب متاثر طلبہ کو تعاون دیا گیا اور آئندہ تعاون کے وعدہ کے ساتھ وفد اپنی منزل پر روانہ ہوگیا۔

۳۱/تاریخ کے دورہ میں شیخ عبدالسلام سلفی وفد کے ساتھ نہ آسکے کیونکہ ان کے گاؤں کے مدرسے سے متعلق کچھ بنیادی مسائل تھے گاؤں والوں کے ساتھ جنھیں حل کرنا ضروری تھا۔

الغرض وفد نے مختلف سیلاب زدہ مواضعات کے تین سو سے زیادہ خاندانوں کے درمیان نقدی تعاون تقسیم کیا اسی طرح مندرجہ بالا جامعات میں زیر تعلیم ایسے ۱۷۰/طلبہ کی مدد کی جن کا تعلق سیلاب زدہ خطوں سے تھا۔

ضلعی جمعیت اہلحدیث سدھارتھ نگر کی طرف سے ۲/نومبر ۲۰۱۷ء کو نوگڈھ میں اس کے دفتر پر اس ریلیف وفد کو استقبالیہ دیا گیا۔ ذمے داران ضلعی جمعیت سدھارتھ نگر نے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی دعوتی تربیتی ورفاہی کوششوں کو سراہا اور مزید بہتری کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ اسی پروگرام میں وفد نے ضلع کے ۵۵/ایسے اساتذہ ومدرسین کو خصوصی تعاون پہنچایا جو سیلاب سے متاثر تھے یقینا یہ زیادہ مستحق تھے۔ وفد نے ضلعی جمعیت کے ذمے داران کا شکریہ ادا کیا جنکی رہنمائی میں یہ سرگرمیاں بخوبی انجام پزیر ہوئیں۔ فجزاکم الله خیرا۔

۳/نومبر کو شیخ عبدالسلام سلفی نے اپنے گاؤں میں خطبہ جمعہ دیا اور پھر شام کو وفد بنارس کیلئے روانہ ہوا جہاں ۴/نومبر کو ابناء جامعہ سلفیہ کے اجلاس میں شرکت کا موقع ملا۔

۵/نومبر کو یہ وفد اعظم گڈھ کے لئے روانہ ہوا بنارس سے اس وفد میں ناظم جامعہ سلفیہ شیخ عبداللہ سعود سلفی اور شیخ ابوزید ضمیر بھی شامل ہوئے۔ ۵/نومبر کی شب اعظم گڈھ میں **''پیس کانفرنس''** میں شریک ہوکر ۶/نومبر کو یہ وفد بنارس سے ممبئی پہنچ گیا۔

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت وجماعت

۲۲/اکتوبر ۲۰۱۷ء کو منعقد ہونے والے دورۂ تدریبیہ برائے ائمہ ودعاۃ کی روداد

رضوان اللہ عبدالرؤف سراجیؔ (مدرس: مرکز الامام البخاری: تلولی)

محترم قارئین! ۲۲/اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز اتوار صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی نگرانی میں جامع مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر میں زیر صدارت مولانا عبدالسلام صاحب سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی دورۂ تدریبیہ برائے ائمہ ودعاۃ کا انعقاد ہوا جس میں بحیثیت محاضر ملک وبیرون ممالک کے علماء نے شرکت کرکے اپنے تجربات اور اپنی صلاحیتوں سے 300 ائمہ ودعاۃ کو مستفید ہونے کا موقع عنایت کیا، جس میں قرب وجوار اور دور دراز کے تقریبا 300 ائمہ، دعاۃ اور اساتذہ نے سامع کی حیثیت سے شریک ہوئے اور سب لوگوں نے تدریبیہ کا بھرپور فائدہ اٹھایا، چونکہ ذمہ داروں نے ہر مشارک کو استفادے کے لئے نوٹ بک اور پن دے رکھا تھا تاکہ آنے والے نکات کو درج کیا جاسکے بنابریں جس سے جو ہوسکا اس نے حسب ضرورت وحسب استطاعت نوٹ کیا، اللہ تعالی ذمہ دران جمعیت کو اس کا بہترین بدلہ دے اور جمعیت کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

یہ دورہ کل تین نشستوں پر مشتمل تھا، پہلی نشست کی ابتدا صبح نو بجے ہوئی اور تقریبا دو بجے تک جاری وساری رہی، اس نشست کی صدارت وقت کی نامور اور ممتاز شخصیت جامعہ رحمانیہ کے وکیل فضیلۃ الشیخ الطاف حسین فیضی حفظہ اللہ کے ذمہ کی گئی اور نظامت کا فریضہ صوبائی جمعیت اہل حدیث کے نائب ناظم اور جماعت کے ایک متحرک کارکن اور بزرگ عالم دین فضیلۃ الشیخ عبدالجلیل مکی حفظہ اللہ نے انجام دیا، سب سے پہلے قاری حفظ الرحمن صاحب کو مدعو کیا گیا جنہوں نے قرآن مجید کی آخری آیات کی تلاوت کرکے اس پروگرام کا آغاز کیا۔

پھر افتتاحی کلمات کے لئے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر فضیلۃ الشیخ عبدالسلام صاحب سلفی حفظہ اللہ کو مدعو کیا گیا، شیخ نے حمد وصلاۃ کے بعد قرآن مجید کی آیت {قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ} آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے پیروکار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں۔ (یوسف:۱۰۸) پڑھ کر اپنی گفتگو کا آغاز کیا، سب سے پہلے شیخ محترم نے تمام شرکاء دورہ کا شکریہ ادا کیا اور سب کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کے تئیں احساس دلایا کہ "آپ امام ہیں، داعی ہیں یا مدرس ہیں، آپ کی حیثیت سماج میں ایک قائد کی ہے، آپ رہنما ہیں، قوم آپ سے سیکھتی ہے، اس لئے آپ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں تاکہ قوم وسماج کا زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔"

ساتھ ساتھ شیخ محترم نے اس بات پر بھی زور دیا کہ "ہم اپنے سے بڑوں سے سیکھیں، ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں، کوئی بھی عالم یہ نہ سمجھے کہ اب اسے رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر کسی کو رہنمائی کی ضرورت ہے، ہر کوئی تاحیات متعلم رہتا ہے، جب ایک عالم ایسی سوچ کا مرقع ہوتا ہے تو اس کے سامنے محاضر خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس سے استفادہ کرنے میں عار محسوس نہیں کرے گا بلکہ بھرپور استفادہ کرے گا۔"

اسی طرح شیخ محترم نے کہا کہ "ایک عالم یہ کبھی نہ سوچے کہ

ہمارا علمی مستوی کم ہے، ہم کچھ نہیں کر سکتے، اپنی صوابدید کے مطابق ہر کوئی اس میدان میں کام کر سکتا ہے بس، اخلاص، حوصلے اور جذبے کی ضرورت ہے، آپ کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، آپ پہلے اس میدان میں قدم رکھئے اور اس بات کا پختہ یقین ہو کہ ہماری محنت رنگ لائے گی اور ہمیں اللہ تعالی کامیابی سے سر فراز کرے گا۔"

آخر میں شیخ محترم نے مقام علماء کے حوالے سے گفتگو کیا کہ آپ انبیاء علیہم الصلاہ والتسلیم کے وارث ہیں، آپ کو وہی کام کرنا ہے جو انبیاء نے کیا ہے۔

بعدہ محاضرے کا سلسلہ شروع ہوا، بحیثیت محاضر اس نشست میں کل سات علماء نے شرکت کیا اور اس میں سب سے پہلے معروف ومشہور داعی فضیلۃ الاخ ابوزید ضمیر حفظہ اللہ کو مدعو کیا گیا جنہوں نے ''داعیان حق کے اوصاف'' کے عنوان پر محاضرہ پیش کیا، شیخ نے بھی اپنے محاضرے کا محور ومرکز قرآن مجید کی اسی معروف آیت {قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ} آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے پیروکار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں۔ (یوسف:۱۰۸)

کو بنایا، آپ نے اسی آیت کی روشنی میں داعیان حق کے اوصاف پر گفتگو کی۔ دعوت کی اہمیت وفضیلت بتاتے ہوئے موصوف نے کہا کہ" ہماری زندگی میں دعوت سانس کی طرح ہے یعنی ہمیں دعوت وتبلیغ کا فریضہ ہر حال میں اور ہمہ وقت ادا کرنا ہے لیکن موصوف نے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ داعی اپنے فکر اور اپنے منہج کی دعوت نہ دے بلکہ اس چیز کی دعوت دے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا راستہ کہا ہے، نیز داعی علم اور یقین کا پیکر ہو، علم کے بغیر جب ایک شخص دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتا ہے تو نفع کے بجائے سماج کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے" دوران گفتگو شیخ محترم نے بتایا کہ" اسی منہج کی دعوت خود رسول عربی ﷺ نے دی اور اسی کی دعوت نبی ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے دی" ، آخر میں مہمان گرامی نے عصر حاضر کے لحاظ سے بتایا کہ" داعی اپنی دعوت کے صلہ کی امید اللہ سے کرے، شہرت وناموری کے پیچھے پڑ کر اپنی محنت کو رائیگاں وبرباد نہ کرے۔"

ان کے بعد ناظم جلسہ نے معروف ومشہور اور بزرگ عالم دین فضیلۃ الشیخ قاری نجم الحسن فیضی حفظہ اللہ کو بغرض نصیحت مدعو کیا، موصوف نے دوران نصیحت تین باتوں پر زور دیا، پہلی بات شیخ محترم نے یہ کہی کہ بروقت ہم عملی کوتاہی کا شکار ہیں، ہم عالم دین ہیں، ہم جانتے ہیں کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح ہے، ہم قرآن وسنت کی تعلیم سے لبریز ہیں لیکن بس ہم علم ہی کی حد تک محدود ہیں، ہمارے پاس علم ہے پر عمل نہیں ہے، دوسری بات ولاء اور براء کے حوالے سے تھی، شیخ محترم نے ہمیں ہم نشینی کے اعتبار سے نصیحت کی اور اس بات سے چوکنا کیا کہ اس سے پہلے کہ ہم کسی کو اپنا دوست بنائیں اسے جانچ لیں کہ آیا یہ دین دار ہے یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے لئے دینی و دنیوی دونوں اعتبار سے مصیبت بن جائے، اگر ایسا ہے تو ہم اس سے بچیں، دوستی صرف اس سے کریں جو آپ کا خیر خواہ ہو، اور تیسری نصیحت شیخ محترم نے قرأت قرآن کے حوالے سے کی اور اس بات پر زور دیا کہ ہم قرآن کی تلاوت کرتے وقت تجوید کا خیال کریں، آج ہمارا المیہ یہ بن چکا ہے کہ ہم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں پر جیم اور ضاد وغیرہ میں فرق نہیں ہو پاتا، اور یہ بہت بڑی خامی ہے۔

تیسرے نمبر پہ شارجہ سے آئے ہوئے معروف ومشہور خطیب فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کے صاحب زادے، نوجوان اور ابھرتے ہوئے مقرر، فضیلۃ الشیخ عبدالحمید مدنی حفظہ

اللہ کو دعوت اسٹیج دی گئی، ان کا عنوان تھا ''مخالف کی تردید میں سلف کا منہج''، اور الحمدللہ ثم الحمدللہ شیخ محترم نے بڑی نفیس اور عمدہ گفتگو کی اور ہمیں تردید کا فائدہ بتاتے ہوئے کہا کہ اگر ہم مخالفین کی تردید نہیں کریں گے، ان کی حقیقت دنیا والوں کے سامنے نہیں لائیں گے تو ان پڑھ یا کم پڑھا لکھا طبقہ اس کی بابت کچھ نہیں جان پائے گا پھر ان کے سامنے جو بھی بے سر و پا باتیں آئیں گی ان کو قبول کر لے گا اور اس کی دینی حالت بگڑ جائے گی، اور جب ہم تردید باطل کا خیال کریں گے تو اس سے دین کی صیانت و حفاظت ہوگی جو کہ ضروری کاموں میں سے ایک کام ہے، اسی طرح ایک دوسرا فائدہ یہ بتایا کہ تردید باطل درحقیقت جہاد فی سبیل اللہ کے درجے میں ہے، لیکن یہ بات یاد رہے کہ تردید کرنے والا ریاکاری، غلو یا تقصیر سے کام نہ لے بلکہ معتدل راستہ اپنائے اور اسے اسلام کا دفاع مقصود ہو کیوں کہ غلو یا تقصیر ہی کے راستے سے شیطان ہمیں گمراہ کرتا ہے۔

اس کے بعد باری آئی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے نائب امیر اور وقت کے معروف خطیب فضیلۃ الشیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ کی، موصوف کا عنوان تھا ''منحرف فرقوں کا تعارف'' موصوف نے ایک ایک کر کے کئی فرقوں کا تعارف کرایا، مثلاً شیعہ، خوارج اور معتزلہ وغیرہ۔

شیعوں کے عقیدے کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے شیخ نے بتایا کہ بداء، تقیہ، متعہ، وحدۃ الوجود اور قبر پرستی انہیں کی ایجاد ہے، ۹ ربیع الاول کو بابا شجاع الدین کے نام پر یہ لوگ عید مناتے ہیں، یہ جو ہمارے احباب آج قبر پرستی کا شکار ہیں درحقیقت انہیں کی رہین منت ہے، ان کے کل بارہ امام ہیں جن کی تعریف میں اس قدر غلو کیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی آگے بڑھا دیا جیسا کہ آج بھی ان کی کتابوں میں یہ چیز ملتی ہے، رہی بات خوارج کی تو یہ وہی فرقہ ہے جس نے درحقیقت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تھا، اور آج بھی ان کی ایک بہت بڑی تعداد الگ الگ ناموں سے دنیا میں موجود ہے، اور فرقہ معتزلہ کی غلطی یہ ہے کہ دین کو قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھنے کے بجائے عقل سے سمجھنا شروع کیا اور گمراہی کے راستے پر آ گئے، شیخ نے بتایا کہ ان کے علاوہ بروقت دنیا میں اور بہت سارے فرقے ہیں جو فکری انحراف کا شکار ہیں، اور ان سب کے پیچھے ایک ہی وجہ کہ قرآن وسنت سے ہٹ کر من مانی کرنا ہے آج ائمہ ودعاۃ کو مختلف فرقوں، جماعتوں اور تحریکوں کے عقیدہ وفکر اور سرگرمیوں سے پوری طرح آگاہ رہنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ مختلف قسم کے گروہ اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے اور نوجوان طبقے کو منحرف کرنے کے لئے سرگرم عمل ہیں، اگر انہیں نظر انداز کیا گیا اور ان کا بروقت نوٹس نہ لیا گیا تو وہ اپنی تخریبی و تضلیلی کارروائیوں میں کامیاب ہو جائیں گے اور امت کا بڑا نقصان ہوگا، لہٰذا دینی تقاضا یہی ہے کہ ان کے متعلق ہر وقت چوکنا اور ہوشیار رہا جائے۔

شیخ محترم کے بعد مہاراشٹرا کے مفتی اور جامعہ محمدیہ منصورہ کے قدیم اور بزرگ استاد ممتاز علمی شخصیت فضیلۃ الدکتور فضل الرحمن مدنی حفظہ اللہ اسٹیج پر جلوہ افروز ہوئے، شیخ کا عنوان تھا ''مفتی کی اہلیت اور استفتاء کے آداب'' گویا آپ کا عنوان دو حصوں میں منقسم تھا، اولاً یہ کہ کون مفتی بن سکتا ہے؟ کیا ہر کوئی فتوی کے اسٹیج پر آ سکتا ہے؟ جیسا کہ بروقت مفتیان حضرات کی بہت بڑی ٹیم میدان میں قدم رنجہ ہے، جس نے مدرسے کا منہ کبھی نہیں دیکھا، قرآن وسنت کی تعلیم کسی استاد سے بیٹھ کر حاصل نہیں کی آج وہ بھی مفتی بنا بیٹھا ہے، اور ثانیاً شیخ محترم کو استفتاء کے آداب پر گفتگو کرنی تھی، اور ماشاء اللہ شیخ نے اپنے محدود وقت میں جامع انداز میں علمی گفتگو فرمائی۔

اولاً شیخ محترم نے صوبائی جمعیت کے تمام ذمہ داران کا شکریہ ادا کیا، پھر افتاء کی تعریف، ارکان افتاء اور اقسام پر گفتگو

کرتے ہوئے بتایا کہ لاعلمی کا علاج سوال کرنا ہے'اگر آپ نے لا علم ہونے کے باوجود قدم اٹھایا تو نقصان ہوگا جیسا کہ ایک جنگ کے موقع پر اسی غلطی نے ایک صحابی کی جان لے لی۔

اس کے بعد افتاء کے تقریبا دس شروط پر سیر حاصل بحث کی' شیخ نے یہ بھی بتایا کہ اگر آپ کو معلوم ہے تو بتانا ضروری ہے ورنہ کتمان علم ہوگا جو کہ بہت نقصان دہ ہے'اور اگر نہیں معلوم ہے تو لا علمی کا اظہار کر دینا ہے۔

ایک اہم نصیحت کرتے ہوئے شیخ نے کہا کہ" اگر اختلافی مسئلہ درپیش ہو تو صرف اختلاف نہ بتایا جائے بلکہ راجح پہلو بھی بیان کیا جائے،مگر اس پر ہمارا دھیان کم ہے'اگر کسی سوال کے جواب میں اجتہاد کی ضرورت پیش آجائے تو ایک ہی عالم اکیلے اجتہاد نہ کرے بلکہ کئی عالم مل کر مشورہ کر کے جواب دیں جیسا کہ اس پر صحابہ کا عمل رہا ہے۔"

ان کے معا بعد فضیلۃ الشیخ عبد المعید مدنی حفظہ اللہ نے''امام کی اہلیت اور ائمہ کا مقام'' کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کیا'ائمہ کا مقام بتاتے ہوئے شیخ نے کہا کہ" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ کے لئے دعا کی ہے، نیز عوام الناس تک اپنی بات کے پہونچانے میں سب سے اہم ذریعہ امامت ہے کیوں کہ ان سے روزانہ بے شمار لوگ ملتے ہیں اور ان کی اقتدا میں نہ جانے کتنے لوگ پنجوقتہ نماز ادا کرتے ہیں' مگر یہ بات یاد رہے کہ ایک امام لوگوں کو بتانے سے پہلے علم اور دلائل سے لبریز ہو نیز یہ کبھی نہ سوچے کہ امامت ہماری ایک ڈیوٹی ہے'ہم اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں بلکہ یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جہاں سے ہمیں لوگوں کی اصلاح کرنا اور بگڑے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے'اسے اپنا ایک فریضہ سمجھے۔"

ان کے بعد اس نشست کے سب سے آخر میں فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کو بلایا گیا جنہوں نے''معاشرے کے امن میں علماء اہل حدیث کا کردار'' کے عنوان پر تاریخ کی روشنی میں کافی طویل گفتگو کی اور بتایا کہ امن کے فروغ میں علماء اہل حدیث نے کافی محنت ومشقت سے کام لیا ہے مثال کے طور پہ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی' شیخ ثناء اللہ امرتسری اور شیخ عبد الرحیم عظیم آبادی وغیرہم کا نام مع واقعات پیش کیا۔"

تقریبا دو بجے شیخ محترم کا خطاب اور پہلی نشست کا خاتمہ ہوا' مجلس کے ختم ہوتے ہی مؤذن نے حی علی الصلاۃ کی صدا لگائی اور سب نے نماز ادا کی'نماز کے معا بعد مسجد کے اوپری حصے پر سب نے کھانا تناول فرمایا اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد تقریبا پونے تین بجے دوسری نشست کا آغاز ہوا۔

دوسری نشست کی صدارت کوکن کے علاقوں میں دین کی شمع جلانے والی بزرگ ،علمی شخصیت' کئی کتابوں کے مصنف فضیلۃ الشیخ عبد الواحد انور یوسفی حفظہ اللہ کے حوالے کی گئی اور نظامت کا بار نوجوان عالم دین فضیلۃ الشیخ محمد عاطف سنابلی حفظہ اللہ کے کندھوں پر ڈالا گیا'اس نشست میں کل تین علماء بحیثیت محاضر شریک ہوئے۔

سب سے پہلے نوجوان عالم دین فضیلۃ الشیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ نے اپنا محاضرہ پیش کیا'موصوف کا عنوان تھا ''انکار منکر میں مصلحت کی رعایت'' دل چسپ عنوان ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ انداز میں بیان بھی ہوا اور سامعین نے دلچسپی ہی سے سنا'الحمد للہ شیخ نے اس بات کی اچھی وضاحت کی کہ اگر ہمیں کسی منکر سے کسی کو روکنا ہے تو کچھ چیزوں کی رعایت ضروری ہے مثلا ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ (۱) وہ منکر ثابت ہو (۲) وہ منکر معاشرے میں موجود ہو (۳) ظاہر ہو (۴) اس کے منکر ہونے پر سب کا اتفاق ہو۔

اب جب یہ منکر ثابت ہو گیا تو اب آپ کو اس سے روکنا ہے لیکن کیا ایسے جب چاہیں جب روکنے لگیں؟نہیں' بلکہ اس میں بھی ہمیں کچھ خیال کرنا ہے' اسی کا نام مصلحت ہے اور وہ یہ ہیں

(۱) تدریج کی رعایت (۲) طاقت کی رعایت (۳) مقام کی رعایت (۴) وقت کی رعایت

یہ اور ان کے علاوہ جتنے بھی نکات شیخ نے ذکر کئے ہر نکات کو قرآن وسنت سے ثابت کیا جسے سامعین نے بغور سنا اور آپ کے مقالے کی تعریف کی۔

ان کے بعد سنجیدگی ومتانت سے پر شخصیت فضیلۃ الشیخ محمد خالد جمیل مکی حفظہ اللہ تشریف لائے' موصوف کا عنوان تھا ''معاشرے پر کم علم دعاۃ کے منفی اثرات'' شیخ محترم نے اپنی گفتگو کا آغاز ''بلغوا عنی ولو آیۃ'' جیسی معروف ومشہور حدیث سے کیا اور دعوت وتبلیغ کی اہمیت بتائی، دوران گفتگو شیخ نے کم علم دعاۃ کے مضر اثرات کے حوالے سے اپنے تجربات اور واقعات بیان فرمائے جس سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ واقعی جب علم سے عاری شخص میدان میں آتا ہے تو نہ صرف یہ کہ اپنا نقصان کرتا ہے بلکہ سماج کے لئے بھی نقصان دہ ہوتا ہے، آخر میں عوام کے ایک غلط نظریے کی شیخ نے تردید کی 'عام طور سے لوگوں میں سینٹرز کے حوالے سے یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ دعوت کا کام یہی لوگ کرتے ہیں' اب عوام یہ سمجھتی ہے کہ ایک مدرس داعی نہیں ہے' ایک امام داعی نہیں ہے' بس یہی سینٹرس والے داعی ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے دینی ناحیے سے جو جس میدان میں ہے وہ ایک داعی ہے' ایسا نہیں ہے کہ لوگوں کے مابین جا کر تقریر کرنا ہی دعوت ہے بلکہ تدریس بھی دعوت کا حصہ ہے' امامت بھی دعوت کا حصہ ہے' اور اس کے علاوہ دین کی دعوت اور نشر واشاعت کا جو بھی ذریعہ ہے وہ دعوت کا حصہ ہے۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے نوجوان داعی شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ کو مدعو کیا گیا' شیخ کا عنوان تھا ''سلفی دعوت کے اصول'' شیخ نے بتایا کہ سلف نے قرآن کی دعوت دی ہے' سنت کی دعوت دی ہے اور بعد کے ادوار میں آنے والے علماء نے قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ فہم صحابہ سے بھی دعوت کے میدان میں استفادہ کیا ہے' کاش آج دعاۃ کی جماعت ان خوبیوں کا مرقع ہوتی تو قوم کا بہت بڑا فائدہ ہوتا' مگر افسوس دعاۃ کی بہت بڑی جماعت اس اصول سے ہٹ کر اپنے فکر وفہم کی دعوت دیتی ہے 'اور قوم کی بہت بڑی بے وقوفی ہے کہ وہ انہیں بہت بڑا داعی ہی نہیں سمجھتی بلکہ علماء کو اب خاطر میں نہیں لاتی ' اللہ انہیں ہدایت دے۔ (آمین)

ان کے بعد شیخ عبد الواحد انور یوسفی حفظہ اللہ نے مختصر طور پر خطبہ صدارت پیش کرتے ہوئے بتایا کہ" آج دیہی علاقوں میں دعوت کی شدید ضرورت ہے پر پریشانی یہ ہے کہ علماء شہر چھوڑ کر دیہاتوں میں جانا نہیں چاہتے جو کہ صحیح نہیں ہے" نیز شیخ نے بتایا کہ" کبھی بھی دعوت کا کام کرتے وقت ماحول کا خیال ضروری ہے ورنہ فائدے کے بجائے نقصان ہوگا۔"

پھر عصر کی اذان ہوئی' نماز کی ادائیگی کے بعد فوراً تیسری نشست شروع ہوئی جس کی صدارت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر فضیلۃ الشیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ کے ذمہ کی گئی اور نظامت کا فریضہ جامع مسجد اہل حدیث کا پڑیا نگر کے امام و خطیب فضیلۃ الشیخ عبید اللہ سلفی حفظہ اللہ نے انجام دیا' اس نشست میں کل پانچ علماء نے شرکت کی۔

سب سے پہلے شیخ شمیم مدنی حفظہ اللہ تشریف لائے جن کا عنوان تھا ''مکاتب کی اہمیت اور منہج تدریس'' شیخ نے الحمد للہ کم وقت میں مفید باتوں سے روشناس کرایا اور مکاتب کی اہمیت بتاتے ہوئے شیخ نے کہا کہ ہم جو آج یہاں موجود ہیں یہ سب انہیں مکاتب کے رہین منت ہیں اور منہج تدریس کے کئی نکات پیش کر کے اپنی بات مکمل کی، آخر میں شیخ نے امیر جماعت سے اپیل کی کہ بروقت مکاتب میں سعودی مکاتب کی کتابیں بزبان اردو ترجمہ کرا کے ڈال دی جائیں تو بہتر ہوگا۔

ان کے بعد شیخ ارشد سکراوی حفظہ اللہ تشریف لائے' آپ

نے ''شوسل میڈیا کے شرعی ضابطے'' کے عنوان پر گفتگو کیا اور بتایا کہ میڈیا ہمارے لئے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کو لاتا ہے' اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے کیسے استعمال کریں؟ اور اس کا فائدہ کیسے اٹھائیں؟ اگر ہم منفی استعمال کرتے ہیں مثلا گانا سنیں، نیم عریاں اور فحش تصویریں اور فلمیں دیکھیں' تو یہ اس کا منفی استعمال ہے' ضرورت نہ ہونے کے باوجود اسی میں گھنٹوں مشغول رہیں جیسا کہ آج ہمارے کتنے احباب ہیں جو واٹس اپ اور فیس بک پر ہمہ وقت بے سبب لگے ہوتے ہیں' اور رات جسے اللہ تعالی نے آرام کے لئے بنایا اسے کسی اور کام میں صرف کرتے ہیں' یہ بات یاد رکھو کہ یہ وقت کا ضیاع ہے جو ہمارے لئے نقصان دہ ہے' ورنہ مثبت فائدہ اگر اٹھائیں تو کافی مفید ہوگا' ہم اس کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کا کام بآسانی کر سکتے ہیں' اپنی بات دوسروں تک بآسانی پہونچا سکتے' کوئی خبر پہونچانا ہے اور ہمارے پاس جانے کا وقت نہیں تو ہم اس کے ذریعہ لمحوں میں پہونچا سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان کے بعد دعوت دی گئی جامعہ رحمانیہ کے استاد شیخ عبد الحکیم مدنی حفظہ اللہ کو' آپ نے ''خطابت کے اصول'' پر گفتگو کی اور تقریبا خطابت کے نو نکات سے ہمیں مستفید کیا' ہمیں بتایا کہ خطیب (۱) مخلص ہو (۲) عالم اور غیر عالم سامع کا خیال کرے (۳) مشرع ہو (۴) صحیح تیاری کر کے آئے (۵) جو بھی بات کرے دلیل کے ساتھ کرے (۶) صحیح اسلوب میں بیان کرے (۷) حالات کا خیال کرے (۸) سامعین کی رعایت کرے (۹) غیر مستند باتوں سے بچے۔

یہ کل نو نکات شیخ نے بیان کر کے اپنی بات ختم کی اور اپنے مقام پہ جا پہونچے۔

پھر دعوت دی گئی شیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ کو' شیخ نے ''فقہ النوازل'' کے عنوان پر گفتگو کی اور فقہ کی ضرورت واہمیت کے ساتھ ساتھ اور کئی نکات پر مختصر وقت میں جامع گفتگو کی۔

اس نشست اور اس پروگرام کے سب سے آخری محاضر فضیلۃ الشیخ عبد الشکور مدنی حفظہ اللہ کو آواز دی گئی' آپ نے ''غلو پسندی'' کے متعلق گفتگو کی اور غلو کے نقائص وعیوب سے ہمیں روشناس کرایا اور قلیل وقت میں بہت سی مفید باتیں سامعین کے گوش گزار کر دیں۔

اس کے بعد مغرب کی اذان ہوئی' نماز کے معا بعد شیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نے دورۂ تدریبیہ کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اس دورے کا مقصد یہ ہے کہ سال میں ایک بار تمام دعاۃ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کا موقع ملے، اور نئے نئے مسائل اور چیلنجیز جو منظر عام پر آئے ہیں ان کے متعلق معلومات اور ان سے نبرد آزما ہونے کا طریقہ معلوم ہو، تمام لوگوں کو ایک ساتھ جمع کر کے مختلف مسائل پر تبادلہ خیال کا موقع دیا جائے اور جماعت کے علماء اور دعاۃ کا جماعت کے کبار علماء اور دعاۃ سے رابطہ پیدا کیا جائے نیز انھوں نے امیر محترم کی قابل قدر کاوشوں کے ساتھ سبھی متعاونین کا شکریہ ادا کیا اور ان کی شاندار کارکردگی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے لئے قبولیت کی دعا کی۔ مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر کے ذمہ داران جناب بدر عالم صاحب عرف بابو بھائی اور ان کے رفقاء مسجد کے امام صاحب اور مدرسہ زید بن ثابت کے اساتذہ اور طلباء کا خصوصی شکریہ ادا کیا کہ جنھوں نے بیمثال مہمانداری اور احسن انتظام سے اس پروگرام کی کامیابی میں زبردست کردار ادا کیا تھا۔ فجزاهم الله أحسن الجزاء.

شیخ محمد مقیم فیضی کے مختصر خطاب کے بعد تقسیم اسناد کے حوالے سے شیخ سرفراز فیضی حفظہ اللہ نے اعلان کر کے سب کو آگاہ کیا اور سارے علماء نے حسب ضابطہ جمعیت کی جانب سے تحائف اور سند حاصل کی اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت وجماعت

جماعتی خبریں

دفتر صوبائی جمعیت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داران ودعاۃ کی دعوتی سرگرمیاں:

شیخ عبد السلام سلفی -حفظہ اللہ- نے 22/ اکتوبر کو مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر، کرلا ویسٹ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام" دورہ تدریبیہ برائے ائمہ و دعاۃ ومدرسین" میں حاضرین کو اپنے قیمتی افتتاحی کلمات سے نوازا، اس کے علاوہ ماہ اکتوبر میں شہر ممبئی میں مختلف پروگراموں میں شرکت و خطابات کے علاوہ آپ نے ماہ اکتوبر کے آخر میں یوپی کا بھی دورہ کیا، جس کی تفصیل اسی مجلہ کے مضمون بعنوان" صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم کا یوپی دورہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ محمد مقیم فیضی -حفظہ اللہ- کا 22/ستمبر کو بھیونڈی میں خطاب ہوا، 8/ اکتوبر کو اورنگ آباد میں ایک" ورکشاپ برائے ائمہ ودعاۃ" تھا جس میں آپ نے" موجودہ دور میں سلفی دعوت کیلئے چیلینجز اوران کا حل" کے عنوان خطاب کیا، 21/ اکتوبر کو جامع مسجد بھیونڈی میں شہری جمعیت اہل حدیث بھیونڈی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں آپ کی تقریر ہوئی اور 22/ اکتوبر کو مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام" دورہ تدریبیہ برائے ائمہ و دعاۃ و مدرسین" میں آپ نے "منحرف فرقوں کا تعارف" کے عنوان پر گراں قدر خطاب کیا۔

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی -حفظہ اللہ- کا 8/ اکتوبر کو جامع مسجد اہل حدیث ہُبلی (کرناٹک) میں "منہج سلف ایک تعارف" کے موضوع خطاب ہوا، 15/ اکتوبر کو مسجد اہل حدیث کاشی میرا (میرا روڈ) میں "عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان پر تقریر کی، 22/ اکتوبر کو مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام" دورہ تدریبیہ برائے ائمہ ودعاۃ ومدرسین" میں" سلفی دعوت کے اصول" کے موضوع پر خطاب کیا، 28/ اکتوبر کو مسجد توحید باندرہ ویسٹ میں" بدعات اور ان کی پہچان" کے موضوع پر آپ کا خطاب ہوا اور 29/ اکتوبر کو جامع مسجد اہل حدیث کلمبولی، نوی ممبئی میں" ایمان تازہ کیسے کریں" کے موضوع پر آپ کا بیان ہوا۔

شیخ کمال الدین سنابلی -حفظہ اللہ- کا 11/ستمبر کو کلیان کی مسجد صدیق اکبر میں" جنت کا بیان" کے موضوع پر خطاب ہوا، 17/ستمبر کو رابعہ مسجد، بھیونڈی میں خطاب ہوا، 23/ستمبر کو مسجد عمر، نارائن نگر (کرلا، گھاٹ کوپر) میں آپ نے محرم کے موضوع پر تقریر کی، 24/ستمبر کو بعد نمازِ مغرب جامع مسجد اہل حدیث کلیان میں ماہ محرم کی شرعی حیثیت کے موضوع پر خطاب کیا، 24/ستمبر ہی کو رات ساڑھے 9 بجے مسجد اہل حدیث یادو نگر (خیرانی روڈ، کرلا ویسٹ) میں " حضرت حسن وحسین -رضی اللہ عنہما- سے محبت اور اس کے تقاضے" کے عنوان پر آپ نے خطاب کیا، 29/ستمبر کو مسجد اہل حدیث الہاس نگر میں" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ" پر روشنی ڈالی، 8/ اکتوبر کو مسجد اہل حدیث گونڈوی میں" فکر آخرت" کے موضوع پر خطاب کیا، 15/ اکتوبر کو مسجد عمر ملاڈ میں آپ کا بیان ہوا اور 29/ اکتوبر کو پونہ کی مسجد اہل حدیث میں" آخرت سے غفلت کے اسباب" کے عنوان پر خطاب کیا۔

شیخ سرفراز فیضی -حفظہ اللہ- کا 27/ستمبر کو البر فاؤنڈیشن، میرا روڈ میں" زبان کی برکتیں اور ہلاکتیں" کے موضوع پر خطاب ہوا اور 29/ اکتوبر کو آپ نے مسجد حمزہ، مالونی، ملاڈ میں" حرام کمائی کی مختلف صورتیں" کے عنوان پر تقریر کی۔

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
November - December 2017

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمدللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈبل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہرماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com